نالہ ہائے بلبل
(مجموعۂ کلام)
انجینئر تسنیم الرحمان حامیؔ

تعارفی خاکہ

نام کتاب : نالہ ہائے بلبل

مصنّف : انجینئر تسنیم الرحمان حامیؔ

مواد : مجموعۂ اشعار

صفحات : ۱۷۴

کتابت و ترتیب : انجینئر تسنیم الرحمان حامیؔ

پرنٹنگ :

ناشر :

قیمت : -----

نیز

اس کتاب کی طباعت کیلئے جموں اینڈ کشمیر اکیڈمی آف آرٹ کلچر اینڈ لینگویجز سے مالی امداد حاصل کی گئی ہے، اس کتاب میں ظاہر کی گئی آراء سے کلچرل اکیڈمی کا بالواسطہ یا بلاواسطہ کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی اس ضمن میں کلچرل اکیڈمی پر کوئی ذمہ داری عاید ہوگی۔

انتساب

ان معلّمین کے نام، جن کے گھنیرے عرفانی سائے تلے رہ کر مجھے حرف شناسی نصیب ہوئی

اور

اردو ادب کے ان اساطین وصنادید کے نام، جنھوں نے نخلِ اُردو کو اپنے خونِ جگر سے شادابی عطا کی

نیز

ان گمنام شعرائے اُردو کے نام، جن کی کاوشوں کے آتش دان میں بہت سے نامی گرامی ادباء نے اپنی روٹیاں سینکیں۔

اظہارِ تشکّر

اس مجموعہ کی اشاعت کے لیے، میرے تمام احباب واقارب بالعموم اور والدین بالخصوص نہایت ہی معاون اور حوصلہ افزا ثابت ہوے، لیکن جن حضرات کی مکمّل، مسلسل اور پیہم کوششوں، نصیحتوں، اور امداد سے یہ ممکن ہو پایا، ان کا میں نہایت ہی تہہ دل سے مرہون وممنون ہوں۔ ان حضرات کے اسمائے گرامی رقم کرتا ہوں:۔

۱۔ سب سے پہلے میرے چچا جان، حضرت مفتی سجاد الرحمان قاسمیؔ مدظلہم العالیہ کا مرہونِ احسان ہوں کہ ان کی کاوشوں اور ہمّت وحوصلہ افزائی کی بدولت یہ مجموعہ اشاعت کے بنیادی مراحل تک پہونچا۔

۲۔ میرے والد محترم جاوید الرحمان مدظلہم العالیہ، میری والدہ محترمہ بی بی زاہدہ، اور برادرِ کبیر نعیم الرحمان سلمہٗ، جن کا مجھے مالی اور نفسیاتی سہارا رہا۔

۳۔ مکرّمی جناب شبیبؔ رضوی صاحب، آپ کی انتہائی استادانہ اور مشفقانہ آراء میری شاعری میں درستگی کا سبب ہیں، اللہ انہیں جزائے خیر عطا کرے۔

۴۔ مکرّمی جناب سلیم ساغؔر صاحب، اللہ انہیں زندگی کی برکتوں سے مالا مال فرمائے، آپ کی لاشعوری طور پر کہی جانی والی باتیں بھی میرے لئے باعث سبق رہیں اور میرے شعری ذوق کیلئے نہائت حوصلہ افزا اور کارآمد ثابت ہوئیں۔

۵۔ مکرّمی جناب جاوید آذؔر، اللہ ان کی زندگی میں برکت عطا کرے، آپ سے آج تک براہ راست ملاقات تو نہیں ہوئی، تاہم روزنامہ کشمیر عظمیٰ کے ایگزیکٹیو ایڈیٹر ہونے کے ناطے کبھی کبھی میرے اشاعت کے لئے بھیجے ہوئے کلام کے ٹکڑوں کو اپنے حک و فک کے قلم سے گذار کر آرائش بخشتے تھے، جنھیں میں بعد میں شمارے سے پڑھ کر غور و فکر کرتا تھا اور اپنے لئے اسباق حاصل کرتا تھا۔

۶۔ میرے عزیز اور یارِ نکتہ داں، عزیزم محمد اقبال خان عزیؔز سلمہٗ، آپ کافی مدّت سے میرے کلام کے اوّلین قاری اور نا قدر رہے ہیں۔ اللہ انہیں مسّرتوں سے مالا مال کرے۔

۷۔ اسکے علاوہ کچھ احباب کا تذکرہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ انکی نیک خواہشات اور مشورے بھی کارفرما رہے۔

اسمائے گرامی ہیں،

سیدی ومولائی، حضرت مولانا مفتی عبدالرشید مفتاحی قدس اللہ سرہٗ، مہتمم دار العلوم بلالیہ سری نگر (میرے شیخ)

مکرّمی، سیدی وآقائی حضرت حاجی عبدالرحمان مدظلہم (دادا حضور)

محترم شفیق الرحمان (عم)

محترم عبیدالرحمان (عم)

عزیزم تفہیم الرحمان (برادرِ اصغر)

زہیرۃ الرحمان (ہمشیرۂ عزیزہ)

محمد محسن فاروقیؔ (یارِ طفلی)

حضرت مفتی شفیق الرحمان قاسمیؔ (نہایت ہی شفیق اور محسن راہ نما)

محمد سلیم سالکؔ (محسن اور شفیق راہ نما)

محمد اقبال لون (شفیق قدر دان)

محترم رمیض راجا (اسسٹنٹ پروفیسر، رہایش گاہ کے ساتھی اور مخلص راہ نما)

مفتی نذیر احمد ڈار لولابیؔ (اولین کتابت انھوں نے ہی کی تھی)

جنید احمد (غائبانہ اور لاشعوری طور آپ سے کمپوزنگ کے نکات سیکھنے کو ملے)

محترم شیخ جاوید احمد (پروفیسر شعبۂ الیکٹرانکس، انتہائی محسن وہمدرد استاد)

محترم فاروق احمد کھانڈے (پروفیسر شعبۂ الیکٹرانکس، نکتہ دان استاد)

محمد مرسل ہمدانی (استاد شعبۂ الیکٹرانکس، خداشناس و بندہ شناس شخصیّت)

غلام نبی کمار صاحب (ریسرچ سکالر، ناشر کی تلاش میں مددگار رہے)

عارف حسین عارفؔ (یونیورسٹی کے ہم جماعت)

ناظم الاسلام (یونیورسٹی کے ہم جماعت)

محمد عمر راتھر (یونیورسٹی کے ہم جماعت)

جنید گل (یونیورسٹی کے ہم جماعت)

اویس مشتاق (یونیورسٹی کے ہم جماعت)

یاسر الصادق (یونیورسٹی کے ہم جماعت)

توصیف گنائی (یونیورسٹی کے ہم جماعت)

عادل بشیر (یونیورسٹی کے ہم جماعت)

ارشاد رفیق کوہلی (یونیورسٹی کے ہم جماعت)

عرفان سلیم (یارِ خاص)

نصرت جبین (بہن اور دوست)

محمد اقبال میر (سکول کے ساتھی، لنگوٹیا یار اور میرے قابل قدر راز دان)

جاوید احمد ڈار (سکول کے دوست)

ارشاد احمد پرے (سکول کے ساتھی)

محترمہ عشرت خانم (سکول کی ہم جماعت)

محترمہ شافعہ اختر (سکول کی ہم جماعت)

محترمہ شبنم تبسم (سکول کی ہم جماعت)

محترمہ سیرتؔ (نوجوان قلمکار اور مخلص و بے لوث دوست)

اور آخر پہ خاص طور پر تذکرہ کرنا چاہوں گا ایک ایسی معصوم اور پاکباز شخصیت کا جن کے ہوتے مجھے اپنے انسان اور مسلمان ہونے کے گمان اور احساس میں اضافہ ہوتا ہے اور جن کی موجودگی اور دعائیں، میں سمجھتا ہوں میرے لئے موجبِ دفعِ بلا ہیں، میرا مطلب میری ایک مخلص دوست نیلوفر جان سے ہے۔

متفرقات

یک دو محفل با بزرگاں گر نشینی
روحِ ایماں در دلِ خود را ببینی

❁

وہ آشنائی کیا تھی جس کا بھرم بھی ہم کو
رکھنا پڑا ہمیشہ، اک اجنبی ہی بن کر

❁

آگ تو پھر آگ تھی یہ گر جلا بیٹھی تو کیا
اس ہوا کو کیا ہوا یہ راکھ اُڑا کے لے چلی

❁

مسکراہٹ پھیر دیتی ہے لبوں پر تیری یاد
پر یہ آنکھوں کے سمندر میں بپا طوفاں کرے

❁

خدا حافظ ایا جانم، نمی بینم تُرا دیگر
ببیں جانم کفن پوشم، تفنگم بر سری دوشم

وہی جو آج تک آیا، سنبھالا مجھ پریشاں کو
وہی آیندہ آئے گا بچانے کو مرے، دیکھو

مرے حالات پر رونا بہت آتا اسے، جانا
مگر مظبوط تھا اتنا، کہ وہ بے اشک ہنس دیتا

عجیب کشمکش میں دل مرا یہ بے قرار ہے
جنوں بھی ہے، وفا بھی ہے، کسی کا انتظار ہے

یہ صبحِ تمنّا مجھے کہہ رہی ہے
بپا اٹھ کے دنیا میں کہرام کر دو
خدا جانے مجھے اتنا گماں خود پر ہوا تھا کیوں
کہا جو اس نے جی لو، ضد سے مرنا ہی لگا اچھا

عشق میں انداز اپنا ہم نے پایا، چل دیئے
ان کو دیکھا، خود کو دیکھا، پھر سے دیکھا، چل دیئے

وہ ہمارے سنگ لائے غم تو رو دئے
پاس آ کے مسکرائے، ہم تو رو دئے

﴿ ﴾

پنجابی اسپیشل

توہاڈے لئی

تینوں تک تک چِت میرا نہیں بھردا
میری اکھیاں نوں کوئی ہور نہیں سردا
تینوں ویکھن تے ہی میرا چن چڑھدا
تیتھوں وکھ ہے ہنیرا جانی لو کر دے
میرے انگنا وچ جانی خوشیو کردے

تیرے صدقے میں جاواں، تیرے ناز اٹھاواں
تینوں باہاں وچ بٹھاواں، تینوں سیر کراواں
تیرے دل دی خوشی لئی دس واری مر جاواں

تینوں سامنے بٹھا کے تیری مورتی بناواں
ساری دنیا دے پھُلاں نال اُس نوں سجاواں
تیری مورتی نوں اپنے میں دل وچ بساواں

تیرے عشق دے لئی ہُن جوگی بن جاواں
نگ نتھلی میں پاواں، پیراں جانجھراں وی پاواں
آپ پھانسی چڑھ جاواں، تیری عزت بچاواں

تیرے عشق دا سبق میں سب نوں میں پڑھاواں
تیرے اوتے مرجان والی مشک سُنگھاواں
تیرے اوتے کیویں مرن، میں سب نوں سکھاواں

ذرا کول میرے آجا تینوں زخم وکھاواں
تینوں حال سناواں، تیتھوں لیواں میں دواواں
میرے دل دی بیماری دا علاج کراواں

تسنیم الرحمان حامیؔ

۱۲ مارچ، ۲۰۱۸

حمد و نعت

وہی خدا ہے

اُسی نے آخر عدم کو ہستی بنا دیا ہے، وہی خدا ہے
جہاں کی گردش کا ساز جس نے بجا دیا ہے، وہی خدا ہے

فلک کو تاروں کی روشنی سے سجا دیا ہے، وہی خدا ہے
زمیں کو میرے لئے کسی نے بچھا دیا ہے، وہی خدا ہے

اُسی نے پانی کو ابرِ باراں بنا کے جل تھل زمین کی ہے
اُسی نے جل کو پہاڑوں پر بھی جما دیا ہے، وہی خدا ہے

جہاں کے دشت و دمن کو اُس نے گلوں سے رنگین بھی کیا ہے
اُسی نے گُل کی مہک کو ہر سوُ کھِلا دیا ہے، وہی خدا ہے

اُسی نے سازِ جہاں بھی چھیڑا، اُسی نے زخمہ وری بھی کی ہے
اُسی نے بلبل کے زمزموں کو گلا دیا ہے، وہی خدا ہے

اُسی نے آنکھیں کری ہیں بینا، اُسی سے میری زباں ہے گویا
اُسی نے میرے قلم کو ذوقِ ثنا دیا ہے، وہی خدا ہے

اُسی نے اپنا ظہور کر کے مجھے بھی اپنا اِلٰہ بخشا
اُسی نے میری جبیں کو نازِ وفا دیا ہے، وہی خدا ہے

اُسے تلاشا تو دل میں پایا، تبھی سے میرے خرد بھی گُم ہیں
اُسی نے اپنے جنوں کو مجھ میں میں بسا دیا ہے، وہی خدا ہے

اُسی کا دیوانہ بن گیا ہوں، اُسی پہ اب تو فدا ہوا ہوں
اُسی نے میری محبتوں کا صلا دیا ہے، وہی خدا ہے

۞

لکھوں اک نعت میں ایسی

بڑے آسودہ بیٹھے ہوں فلک پہ ضوفشاں تارے
زمیں، جنگل، شجر، پتھر، ہمہ تن گوش سیارے
برستے ہوں فضاؤں سے کوئی پُرنور فوّارے
کند رقصے چوں بسمل ہم، نمودی چوں رخِ یارے

اچانک میرے دل کے بحر میں کوئی طوفاں سا پیدا ہو
زمین میں زلزلے پیدا، ہوا میں شور برپا ہو
جنوں سا مجھ پہ طاری ہو، رگوں میں ذوق صہبا ہو
نہ ہی آشوبِ ماضی ہو، نہ فکرِ حال و فردا ہو

گلے میں طوق الفت کا لئے، گرویدہ ہو جاؤں
فراقِ یار میں نم دیدہ و رنجیدہ ہو جاؤں
لبِ لرزیدہ ہو جاؤں، سرِ شوریدہ ہو جاؤں
سراپا یار کا پانے کو میں سنجیدہ ہو جاؤں

یکا یک میری نظروں میں رخِ جانانہ آجائے
مچل جاؤں کہ جیسے رقص میں دیوانہ آجائے
مرا دل وجد میں، جیسے کوئی پروانہ، آجائے
جگر پھٹنے کو آمادہ، مجھے یارا، نہ آجائے

قلم مشکیں لئے حاضر ملک ہوں میرے آنگن میں
اٹھا لائیں بہشتی ریشمی اوراق دامن میں
سیاہی عنبریں، کاسہ جِلا چاندی کے روغن میں
خدا کے نور کا فانوس لے جبریل چلمن میں

تخیل ہو مرا عالی، صریرِ خامہ الہامی
خیالوں میں نہ ہو میرے کوئی کوتاہی و خامی
ثنا ایسی کہوں، گردوں کی واں ہو جائے گمنامی
لکھوں اک نعت میں ایسی کہ رشکِ رومیؔ و جامیؔ

لکھوں ایسا ملک بے ہوش ہو جائیں وہیں سارے
لکھوں ایسا کہ تڑپے دل کہ جیسے مرغ دم مارے
لکھوں ایسا کہ خسرؔو کا یہ مصرع بھی طرح وارے
'پری پیکر نگارے، سرو قدّے، لالہ رخسارے'

محمد، احمد و محمود و حامد، طیّب و طاہر
مکمل، اکمل و کامل، حجازی، ابطحی، ناصر
شہید و شاہد و مشہود و امّی، اول و آخر
رسول و سیّد و مزّمل و مدّثر و امر

کرے میرا قلم وہ رقص کہ بے ہوش ہو جائے
جہاں کا ذرّہ ذرّہ سنتے ہی مدہوش ہو جائے
نبیؐ کے جلوں کا تکیہ مری آغوش ہو جائے
تڑپ ایسا اٹھے حامؔی کہ بس خاموش ہو جائے

()

حمد باری تعالیٰ

صاحبِ عزّ و شاں، خالقِ دو جہاں
مالکِ انس و جاں، رافعِ آسماں
تو رہا ہے کہاں، تو بسا ہے کہاں
میری جاں میری جاں، ماورائے گماں!
بس ترے ہی سوا کون ہے مہرباں؟

میرے آقا خدا، میرے من کی صدا
بلبلوں کی ثناء، مؤمنوں کی نوا
گلشنوں کا مزا، دل بر و دلربا
اور کوئی نہیں، بس مرا آشنا!
بس ترے ہی سوا کون ہے مہرباں؟

میری حسرت ہے تو، دل کی چاہت ہے تو
گل کی نگہت ہے تو، لب کی مدحت ہے تو
ذاتِ عظمت ہے تو، شانِ وحدت ہے تو
میری حاجت ہے تو، جگ کی عشرت ہے تو
بس ترے ہی سوا کون ہے مہرباں؟

حمد باری

تیرا ذکر بڑا ،تیرا نام بڑا[1]
میرے اللہ تیرا مقام بڑا

تیری شان ہے اونچی اے میرے خدا
ساری دنیا سے تیرا غلام بڑا!

تیری یاد میں کرتا ہو آہ و فغاں
ایسے بندے کا ہرسو ہے دام بڑا

تیرا جذب بڑا ،تیرا شوق بڑا
تیرے عشق کا لمحۂ دوام بڑا!

ترے بندے ہیں ہم میرے آقا خدا
تو نے بھیجا ہے ہم کو امام بڑا

ترا نقشہ ہے جن کے دلوں میں بسا
ان کے سجدے بڑے ہیں ،قیام بڑا

تیری یاد ہے نام ہے ذکر بڑا
تیرے عشق کا ہر انتظام بڑا

{ }

ہدیہ بحضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

میرے آقا آ گئے ہیں مرحبا خوش آمدید
آپ کی آمد ہے سارے بے سہاروں کو نوید

آپ کے دل کی مرادوں سے اگر فاروق ہیں
ہیں عبید و بوتراب و بوہریرہ بھی مرید

مرغِ بسمل سی تڑپتی نوعِ انساں کے لیے
آپ سے استادِ کامل کی ہے شاگردی سعید

آپ کے دم سے ابو بکر و عمر عثماں علی
آپ کی جنبش سے پیدا جعفر و ابن الولید

آپ کے انوار سے روشن جہانوں کے جہاں
آپ کی ہستی ہے ساری ظلمتوں کو اک وعید

آپ کا مدّاح جب ہے سارے عالم کا خدا
کیا کہے پھر یہ مری عاجز زباں اس سے مزید

❁

دعا

میں اغیار سے اب کٹا چاھتا ہوں
الٰہی میں تجھ سے جڑا چاہتا ہوں
یہ دنیا میں لاکھوں جگہ دل کو کھویا
اب آخر میں تیرا ہوا چاہتا ہوں
مرے دل کی ظلمت کو کردے تمام اب
تیرے نور سے اب رچا چاہتا ہوں
کسی کے گماں میں نہ میری کھٹک ہو
میں دل صورتِ آئینہ چاہتا ہوں
میں ہر غیر کو دل سے اب تو نکالوں
تری معرفت اے خدا چاہتا ہوں
زباں تو میری سلب اب ہو چکی ہے
کہ دل سے میں اب کچھ کہا چاہتا ہوں
مری ہر نگہہ سے تیری مدح ٹپکے
میں وہ درد حامیؔ ملا چاہتا ہوں

﴿ ﴾

دعا

الٰہی میں تجھ سے رضا مانگتا ہوں
نہیں مجھ کو معلوم کیا مانگتا ہوں

میں دل تیرا بس آشنا مانگتا ہوں
زوالِ بتانِ فنا مانگتا ہوں

میں تیرا ہی جلوہ خدا مانگتا ہوں
کہ شوقِ سوال ِعطا مانگتا ہوں

میں مرضوں کی اپنے شفا مانگتا ہوں
دوائے دلِ بے دوا مانگتا ہوں

ہمہ دم ترا آسرا مانگتا ہوں
الٰہی تجھی سے دعا مانگتا ہوں

مجھے آقا اپنا ہی دیوانہ کردے
فنا میں اتر کر بقا مانگتا ہوں

ہوں جس کی صدا سے یہ افلاک، ٹکڑے
میں ایسا دلِ بے نوا مانگتا ہوں

ہو جسکی مہک سے معطر زمانہ
میں ایسی نسیم وصبا مانگتا ہوں

جو حامیؔ کے سارے گناہوں کو دھودے
ترے ہی کرم کا صلہ مانگتا ہوں

مناجات

مرے حالات ابتر پر، کرم اپنا خدا کر دے
مجھے اپنا ہی دیوانہ، تو اپنا آشنا کر دے

فقط اپنی محبت سے، مجھے تو چور کر دے بس
مجھے اغیار کا یارب، مکمل بے وفا کر دے

مجھے عشّاق میں دہرا کے میرا دل ہرا کر دے
کہ ایسا زہد و تقویٰ دے جو خود سے بھی جدا کر دے

کرم تیرا نہ ہو مجھ پر تو پھر کس کو کہوں اپنا
تری ہی ذات میں گم ہوں، تو اپنا ہی فدا کر دے

مجھے دنیا کی الجھن سے، اٹھا کر عالمِ بالا
خود اپنا عشق دے دے پھر، اِسے درد و دوا کر دے

مری نازک نواؤں کو، نہ کر محرومِ منزل تو
مگر منزل پہ لے جا کر، کھرا کھوٹا، کھرا کر دے

ترے محبوب بندوں کا، لیا ہاتھوں میں دامن ہے
انہی کا پاس کر کے پھر، ملک سے ماورا کر دے

﴿ ﴾

احمد مرسلؐ

ظلمتوں کی رات میں اک نور کی مشعل کہو
ہادیٔ عالم کہو ، یا احمدِ مرسل کہو

حسن دیکھو تو انہیں احسن کہو ،اجمل کہو
خُلق دیکھو تو انھیں کامل کہو اکمل کہو

خالق جنّ و بشر کی ذات کا مظہر کہو
سرور کون و مکاں، صلِّ علی ہر پل کہو

چہرۂ انور کو تم خورشید یا اختر کہو
گیسوے مُشکیں کو تم ریشم کہو ،ململ کہو

ظاہری و باطنی امراض کی ہیں وہ شفا
تم انہیں بس بارشِ رحمت کا اک جل تھل کہو

آج ان کی راہ لو یا کل کہو فلیتّخذ
آگے چاہو کیا کرو تم، اب کرو یا کل کہو

راز کی محفل سجائیں جو خدا کے ساتھ وہ
کیوں نہ ان کو واجب و ممکن سے بھی افضل کہو

معرفت کی بارشیں ہوتی رہیں اقوال سے
اور ہیں افعال جیسے نور کا بادل کہو

فاتحِ بدر و حنین و خندق و خیبر کہو
ہر لڑائی میں عدو ہوں جیسے ٹڈی دل کہو

اتّباعِ احمدِ مرسل میں جو رخنہ پڑے
اس بہانے کو خبیثی چال کا چُنگل کہو

{ }

مناجات

الٰہی تو اگر چاہے تو قطرہ بے کراں کر دے
سکوں کو تو رواں کر دے، رواں کو جاوداں کر دے

مجھے عقل و دل و دانش کے بھیدوں سے رہا کر دے
میرے دل کو تعقل کا الٰہی رازداں کر دے

مری چاہت یہی بس ہے ترا دیوانہ ہو جاؤں
مجھے حیران کر دے تو، میرے دل کو جواں کر دے

ترے کمزور بندے ہیں تو کر ہم پر کرم اپنا
تری قدرت مرے آقا، گھڑی کو جاوداں کر دے

❁

مصطفیٰ مصطفیٰ

اے شہہ دوجہاں اے حبیب خدا
مصطفی مصطفی مصطفی مصطفی

اے امیرِ حرم ،اے امام الامم
اے جہاں کے پیا،مصطفی مصطفی

اے جمیل الشیم ،اے جمیع الکلم
شاہ ارض و سما مصطفی مصطفی

اے فصیح البیاں ،اے بلیغ اللساں
اے شہہ دوسرا ،مصطفی،مصطفی

اے حسین از جہاں،شان ہے بیکراں
تو ہی بعد از خدا ،مصطفی،مصطفی

﴿ ﴾

مناجات

من عاصیم من بے نوا مولا توئی مولا توئی
اللہ کن بر من کرم ،آقا توئی آقا توئی

دارم نہ غیر از تو خدا،تو باوفا تو رہ نما
توئی مرا بس ای خدا،ملجا توئی ماویٰ توئی

ای رہنمائے راہ تو،از رہگذر آگاہ تو
تو حق نما، تو حق رسا ،مارا توئی مارا توئی

❁

مناجات

نمایاں ہو کے دکھلا دے ذرا مجھ کو جمال اپنا
تڑپ کے اب فلک پر ہے یہ حسرت کا کمال اپنا

تو اب اپنے تقدس صلہ دے دے خداوندا
کہ روح عجز سے خالی ہے ہردم ہر سوال اپنا!

ہوں زندہ تیرے ناموں سے، انھی ناموں پہ مرتا ہوں
یہی اپنا تصور ہے، یہی تو ہے خیال اپنا!

اسی پر ہے فدا سب کچھ، دل وجاں اس کے گرویدہ
اگر ایسا نہ ہو تو پھر یہ حامی ہے زوال اپنا!

❊

مرحبا یا مصطفیٰ

مرحبا اے جانِ رحمت، مرحبا یا مصطفی
مرحبا ماہِ نبوت، مرحبا یا مصطفی

انبیاء کا سلسلہ بس ختم ہے تجھ پر نبی
مرحبا ختم نبوت، مرحبا یا مصطفی

آپ آئے اس جہاں میں روشنی سی آ گئی
مٹ گئی آمد سے ظلمت مرحبا یا مصطفی

ایک ذرّہ الفتوں کا حامیِؔ ناداں کو دو
اپنا غم اپنی محبت، مرحبا یا مصطفی

مناجات باری

عطا گر نہ ہوگی تو جائیں کہاں
مرے سننے والے خدائے جہاں
محبت میں تیری مری موت ہو
کہیں ڈگمگائے نہ یہ کارواں
جدائی کا غم یہ سہا جائے نہ
تو مل جا تو بس مالک آسماں
زمین وزماں سب تیرا ہے خدا
ہے کافی مجھے بس ترا آستاں

()

نعت

مرے پیمبر تری ہی نعتیں اخیر دم تک رقم کریں گے
جئیں گے تیرے لیے جئیں گے، مریں گے تیرے لیے مریں گے

تری ہی بزم وفا سے پائی ہے صدق و الفت کی راہ ہم نے
تری ہی الفت تری محبت تری اطاعت کا دم بھریں گے

ترے ہی درسِ عمل سے ہم نے جہاں پرکھنا برتنا سیکھا
ترے ہی دکھلائے راستے پر ہمیشہ اپنے قدم دھریں گے

تری نگاہ شفا سے ہم کو ملا ہے سارے دکھوں کا درماں
پڑے جو مشکل گھڑی تو ہم پھر ترے ہی در پر نظر کریں گے

منظومات

بزم شعراء

رات محفل شاعروں کی جو سجی دربار میں
چاند تاروں نے بچھائی آنکھ تھی دیدار میں
ڈرتے ڈرتے میں چلا جو جانب محفل مگر
ایسے جیسے لاڈلا کوئی چلے اغیار میں
میں گیا تو دیکھتا ہوں شاعراں بسیار اند
ایک سے بڑھ کر نیا تھا تیز تر گفتار میں
ان کی آوازوں نے وہ ہنگامہ برپا تھا کیا
ناؤ جیسے پھنس گئی ہو سیل کے منجدھار میں
کوئی چیخے کوئی چلّائے کوئی آواز دے
کوئی محوِ گفتگو کوئی مگن اشعار میں
میں وہاں سنتا ہوں جو تم کو بھی سنواتا چلوں
آگ اپنے سینے کی میں یونہی بجھواتا چلوں
شاعر اوّل قصیدوں میں بڑے باذوق تھے
نکتہ چینی کے انھیں دنیا کی شاہی شوق تھے

پہلا شاعر

چار سو ہے دشمنی کی وہ گھٹا چھائی ہوئی
بابل و بغداد کی حیران ہوئی تاریخ بھی
عدل و انساں دوستی کا بھی جنازہ چل پڑا
مٹ گئی ہے دو جہاں سے امن کی وہ چاشنی
حاکمِ ہندی ہے اقلیّت کے جیسے تاک میں
بے ثمر بے آسرا ہے مفلسوں کی زندگی
'یہ کہا این سی نے پی ڈی پی نے کچھ ایسا کہا'
کانگریس کے ترجماں نے بھی یہی آواز دی
'فی کلو چاول ہے کافی ایک کنبے کے لیۓ'
فوڈ سیکورٹی ایکٹ پہ شاعر نے اپنی رائے دی
مسئلہ کشمیر پر وہ اسطرح گویا ہوئے
گر میسّر ہوتو آزادی وگرنہ قید ہی
اور بھی کافی کہے تھے شاعرِ اوّل نے شعر
ساری باتیں نقش ہوتی ہیں کہاں سے ذہن پر

دوسرے صاحب جو غزلوں میں بڑے استاد تھے
میرؔ و غالبؔ کے ہزاروں شعر ان کو یاد تھے

دوسرا شاعر

جانکنی کا میری تجھ کو اب کہاں احساس ہے
پھر بھی میں یونہی سمجھتا ہوں تو میرے پاس ہے
ایک چشم آرزو مجھ پر کبھی کرتا تو چل
تیری آنکھوں کی کدورت بھی مجھے تو راس ہے
تیرے قدموں کی کرامت سے لبالب ظرف ہیں
پر تری ناراضگی سے میرے گھر افلاس ہے
تؤ مرا ہمدم ہو تو یہ زندگی الطاف ہو
تؤ نہیں تو زندگی کا ہر مزہ بکواس ہے
عشق نے تیرے کئی انداز بھی اپنا لئے
رومیو ہے قیس ہے رانجھا ہے دیوادا اس ہے
آخری دم ہے خبر گیری تو کرا ے سنگ دل
شاعرِ دوئم ترا بیٹھا لگائے آس ہے

دوسرے شاعر کی یہ بکواس سن لی دوستو
تیسرے شاعر کے احوال پریشاں اب سنو
تیسرے صاحب ظرافت میں بڑے مشہور تھے
خانہ داری کے تئیں وہ اسطرح گویا ہوئے

تیسرا شاعر

داستان خانہ داری میں یہی اکثر ہوا
شوہرِ بے آسرا یونہی سخن گستر ہوا
سوچتا ہوں میں کبھی ناگن کے تیور دیکھ کر
کیوں نہ بھالو ہی مرے اسفار کا ہمسر ہوا
اِس بلا سے شادی کر کے میرے پیارے دوستو
الّو کا پٹھّا نہیں الّو کا ٹوٹا پر ہوا
نان باسی کے ملے زلفوں سے پُر تھا شوربا
چائے کے قہوے سے بھیگا ٹاٹ ہی بستر ہوا
میرے کپڑوں کے بجائے بیوی دھوتی ہے مجھے
آئے دن ہی میرے گھر ہنگامۂ محشر ہوا

مار پڑتی ہے کبھی بیلن سے تو میں کیا کہوں
واصل دوزخ ہوا، دوزخ ہی میرا گھر ہوا
مجھ کو دوزخ کی بلاؤں سے حفاظت مل گئی
شامت اعمال سے جو میں ترا شوہر ہوا
تیسرے شاعر کے اقوال گہر بھی ہو گئے
کیا کہوں محفل میں آدھے آدمی تو سو گئے
ایک شاعر خشک تھے اب وہ اٹھے اس شان سے
وہ اٹھے تھے انقلاب شاعری عنوان سے

چوتھا شاعر

شاعری میں آج کی بے بحر و بے وزنی ہے فن
آج کے شاعر کہاں جانیں گے یہ باریک پن
شاعری مقصود سے خالی ہے بے وزن و خیال
قافیے چنداں ہیں مستعمل مگر بے فکر و فن
فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلا
حال کی میری غزل میں بحر ہے یہ موجزن

کیا کہیں جو شاعری کی روح تھا اب وہ ہنر
ہو گیا اُس کا سڑے لفظوں کے ملبے سے ملن
اور اگر کچھ شاعروں میں وہ ہنر باقی بھی ہے
وہ پڑے ہیں یاس کی دنیا مین بے گور و کفن
شاعری انسانیت کی منفرد تمثیل ہے
تو اگر انساں نہیں بنتا نہ بن شاعر تو بن
انقلاب شاعری کو میں بھلا اب کیا کہوں
یہ تو وہ غمزہ ہے تن میرا رہا نا ہی یہ من
دوستو میں کیا کہوں کچھ اور بھی شاعر اٹھے
اپنے اپنے طرز کے اشعار انھوں نے بھی کہے
اب مری باری تھی میں بھی کچھ بیاں کرتا چلوں
اپنے قدموں کو شریک کارواں کرتا چلوں

میں

شاعروں کی بزم میں میری بھلا اوقات کیا
خیر میں کہتا چلوں میں نے وہاں پر کیا کہا
شاعرو تم اب بھی الجھے ہونگی گفتار میں

آشیاں سے دوڑ کے باہر جہاں کو دو صدا
اب مساکین جہاں کو خوف کی حاجت نہیں
بزم عالم میں انہی کا دور اب ہے آگیا
گر کوئی شاہیں کبوتر پر کبھی حملہ کرے
کر دو عالم میں بپا ہنگامۂ روز جزاء
گر کوئی انسانیت کی خرقہ پامالی کرے
اس کے ہاتھوں کو پکڑ کے کاٹ دو اُس کو تھما
اور اگر کوئی شہید انس و الفت دیکھ لو
اس کے دامن کو پکڑ لو تھام لو اس کو سدا
چھوڑ کے فرسودہ باتوں کو نیا پیغام دو
ساری دنیا کے بنی انساں کو تم اسلام دو
دوستو انجام یوں محفل ہوئی اشعار کی
میں سنا تا بھی چلوں یہ بات اپنے یار کی
شاعراں بسیار گفتہ شعر ہائے پر مزہ
کس نگفتہ شعر ہمچوں حاء الف، با میم و یا

کتابوں سے محبت ہے!

غلاف ان پر چڑھایا کیوں؟ کتابوں سے محبت ہے!
نگاہوں سے ہٹایا کیوں؟ کتابوں سے محبت ہے!

کتابیں ہی جہاں کا فلسفہ سمجھا دیا کرتیں
ترے پلّے نہ آیا کیوں؟ کتابوں سے محبت ہے!

کتُب چھوڑیں، قلم چھوڑا، لیا ہے ذوقِ تن آساں
ہنر کو بیچ کھایا کیوں؟ کتابوں سے محبت ہے!

ترا ذوقِ کتُب بینی رہا دب کے تعیّش سے
یہ لاعلمی کا سایا کیوں؟ کتابوں سے محبت ہے!

سبق آموز باتوں کا جہاں ملتا کتابوں میں
مگر تو نے نہ پایا کیوں؟ کتابوں سے محبت ہے!

کتابوں کو پسِ ادراک ڈالا کیوں جوانوں نے؟
ستم اتنا ہے ڈھایا کیوں؟ کتابوں سے محبت ہے!

جہاں میں علم کی شمعیں فروزاں کی ہیں لوگوں نے
یہ ذوق ان میں سمایا کیوں؟ کتابوں سے محبت ہے!

کوئی دیکھے نہ دیکھے پر تجھے کیا غم ہے اے حامیؔ!
یہ دردِ دل سنایا کیوں؟ کتابوں سے محبت ہے!

دریا بہتا رہتا ہے

دن میں ٹھنڈی راتوں میں
ساون کی برساتوں میں
پت جھڑ کی سوغاتوں میں
دریا بہتا رہتا ہے

کھیتوں میں کھلیانوں میں
کہساروں میدانوں میں
پھیلے ریگستانوں میں
دریا بہتا رہتا ہے

دن میں سورج تاباں ہو
شب کو چندا عریاں ہو
جیوتی جگ میں رقصاں ہو
دریا بہتا رہتا ہے

لہروں میں طغیانی ہو
اک آندھی طوفانی ہو
یا پھر ساکت پانی ہو
دریا بہتا رہتا ہے

ساحل ترسیں ملنے کو
اپنی جا سے ہلنے کو
پھٹتا دامن سلنے کو
دریا بہتا رہتا ہے

کھیتوں میں ہریالی ہو
شہروں میں خوشحالی ہو
ہر سکّہ ٹکسالی ہو
دریا بہتا رہتا ہے

کلیاں بھی مسکاتی ہیں
گلشن کو مہکاتی ہیں
کِھل کے مرجھا جاتی ہیں
دریا بہتا رہتا ہے

جلوے ہوتے رہتے ہیں
عاشق کھوتے رہتے ہیں
غافل سوتے رہتے ہیں
دریا بہتا رہتا ہے

ندیاں خوں کی بہتی ہیں
قومیں آتش سہتی ہیں
سہمی سہمی رہتی ہیں
دریا بہتا رہتا ہے

سینے چِرتے رہتے ہیں
رستے پھرتے رہتے ہیں
پتھر گرتے رہتے ہیں
دریا بہتا رہتا ہے

پگڑی اچھلی جاتی ہے
عزت پٹتی جاتی ہے
عصمت لٹتی جاتی ہے
دریا بہتا رہتا ہے

آدم جھجتے رہتے ہیں
مقتل سجتے رہیں
طبلے بجتے رہتے ہیں
دریا بہتا رہتا ہے

گلشن روئے مالی کو
بلبل گل کی ڈالی کو
غربت روئے تھالی کو
دریا بہتا رہتا ہے

اس لمحہ بے ہوشی ہے
اُس پل میں سرگوشی ہے
پھر آخر خاموشی ہے
دریا بہتا رہتا ہے

روؤ گے، مسکاؤ گے
بولو گے، شرماؤ گے
پھر حامؔی مر جاؤ گے
دریا بہتا رہتا ہے

﴿﴾

کہہ دو

چلو کچھ اس طرح سے بات کا آغاز کرتے ہیں
کہ محفل میں کسی کو آشنائے راز کرتے ہیں

ہمارا ذوق ہے مرجھائے ہوئے پھولوں کی سینچائی
ہم اپنی خوبیِ فطرت پہ اکثر ناز کرتے ہیں

جوانِ ملتِ بیضا کو ان لوگوں کی حاجت ہے
جو اپنی رہبری سے زاغ کو شہباز کرتے ہیں

یہاں اہلِ سخن بھی، طالبانِ علم بھی، سب ہیں
ارے حامؔی چلو محفل کو بھی ہمراز کرتے ہیں!

کبھی سوچا کہ تقلیدِ روایت چھوڑ کر ہم بھی؟
چلو اپنے تفکّر کو روایت ساز کرتے ہیں!

تبسم آفریں سوچوں میں کھویا تھا گماں میرا
بڑا ہی خوب صورت تھا مکان و لامکاں میرا

اچانک دل کے ہالے میں خلا محسوس ہوتی ہے
کہ جس میں تیرگی کے ساتھ ہی چھوٹی سی جوتی ہے

کوئی شے ہے یا کوئی آدمی جوارِ جوت میں بیٹھا
یہ میں کیا دیکھتا ہوں شخص ہے یا کوئی موتی ہے

ٹٹولے پر ملا اک مردِ رفتہ خوابِ مستی میں
جگا یا دیکھتا ہوں آنکھ اس کی خوب روتی ہے

جو اس کا حال پوچھا تو لگا کہنے کہ اے ناداں
وہ ملت پھول کیا پائے فقط جو خار بوتی ہے

سناتا ہوں تمھیں بھی، تاکہ ناخن ہوش کے تم لو
پھر اس کی گفتگو، موتی کی جولڑیاں پروتی ہے

پریشاں اس کی آنکھوں تھیں فقط محسوس کر پاتا
میں خود حیراں تھا، اس کا دامنِ دل کیا ہی بھر پاتا

ذرا مردِ قدیم اتنا بتاؤ کیا ہے افسانہ
سبب جس کے بنا ڈالا ہے تم نے خود کو دیوانہ

لگا کہنے کہ میں تیرا ہی جدِّ عہدِ رفتہ ہوں
تری لاعلمی نے جس کو بنا ڈالا ہے انجانہ

میں وہ ہوں جو زمانے میں تمدّن کا نمونہ تھا
سکھائے میں نے ہی دنیا کو اندازِ ملوکانہ

میں اپنے دور کا عالم بھی تھا، شاعر بھی، زاہد بھی
مری شاہی میں پنہاں تھے رموزاتِ فقیرانہ

مرے آٹھوں پہر تحقیقِ عالم میں گذرتے تھے
شرابِ ذوقِ خدمت سے بھرا تھا میرا پیمانہ

ذرا سا رک کے اس نے سانس کو بھرنے کی کوشش کی
وہ پھر گویا ہوا اور میں نے جی بھرنے کی کوشش کی

جہاں میں علم وفن کی شمع کو روشن کیا میں نے
نقوشِ لوحِ ہستی کو سرے سے رنگ دیا میں نے

امم کے دامنِ تقدیر کا اک بخیہ گر میں تھا
پھٹا انسانیت کا خرقۂ داماں سیا میں نے

محبت، معرفت، شاہی، فقیری، فلسفہ، الغرض
سبھی اوصافِ انساں کو بہت بہتر جیا میں نے

میں تاجر بھی تھا، حاکم بھی تھا، قاضی بھی رعایا بھی
جلایا جذبِ باہم کا ہر اک رہ میں دیا میں نے

سبق انصاف کا، غیرت کا، الفت کا، پڑھاتا تھا
خدا کی نعمتوں سے کام لاکھوں کا لیا میں نے

امام اپنے زمانے کا مجھے قدرت نے منوایا
قیادت کا زمانے کی مجھی سے کام کروایا

کہ پھر میری جگہ اولاد میری کام پر آئی
ذرا چھٹتے ہی اس نے اپنی ساری قوم لٹوائی

مذاقِ عاشقی چھوڑا مزاجِ دل بری چھوڑا
وراثت اپنے آبا کی بہت سستے میں بکوائی

تن آسانی رگوں میں اور دل میں شہوتیں بھر لیں
امم کی ڈور کس قیمت پہ اس نے جا کے کٹوائی

سبھی اوصاف جو میرے تھے اس نے چمن کے سب چھوڑے
اسی رفتار پر گھیر آیا اس کو طوقِ رسوائی

لگے اغیار کاموں پر ترقّی کر گئے اپنی
اور اس کی قوم ذلت میں، ابھی تک جا کے ستائی

مرے بچے، تجھے ساری کہانی اس لئے بولی
کہ تیرے مرضِ پارینہ کو شاید یہ لگے گولی

ترے آبا کو محنت نے امامت دی جہانوں میں
نوازا ان کو قدرت نے زمینوں آسمانوں میں

مگر جو کاہلی برتی، ذلیل و خوار ہو بیٹھے
کہ ان کی داستاں تک بھی نہیں ہے داستانوں میں

ترے اغیار ہیں دیکھو لگے دن رات محنت میں
چمکتے جا رہے ہیں جوں ستارے آسمانوں میں

اگر ماضی کو اپنے یاد کر کے سیکھ لے لے گا
وہی بیداری پھر آجائے گی تیرے جوانوں میں

جواں تیرے چلیں گے انقلابی راہ پر جس دم
خدا کی رحمتیں ہوں گی تمھارے آشیانوں میں

خدارا بے حسی چھوڑو زمانہ یاد کرتا ہے
یہ مردِ عہدِ رفتہ آپ سے فریاد کرتا ہے

عید مبارک

ہے خوشی کی یہ جو بھرمار، تجھے عید مبارک
چلو اس بار پھر اک بار تجھے عید مبارک

یہ جو پردہ سا گرا ہے کوئی قیمت نہیں رکھتا
میں ہوں اس پار تو اس پار تجھے عید مبارک

مرے خامے کو یہ جنبش بھی ہوئی بس اسی خاطر
مجھے کہنا تھا یہی یار تجھے عید مبارک

مرے محبوب تجھے خوب مبارک رہے یہ دن
ترے ہر دن میں کئی بار تجھے عید مبارک

ترے دامن میں بہاروں کی بہاریں رہیں ہردم
تری خوشیوں کا ہو انبار تجھے عید مبارک

تری آنکھیں بھی مسرت سے چمکتی رہیں ہردم
ترے دل پر نہ رہے بار تجھے عید مبارک

وہ جو قربان ہوا تیری وفا میں تو یہ بولا
میں تو آیا ہوں سرِ دار تجھے عید مبارک

ترے ماتھے کی یہ نورانی چمک بھی رہے تاباں
تری زلفیں بھی لچک دار تجھے عید مبارک

ترے ہونٹوں کی یہ سرخی بھی مبارک رہے ہر دم
ترے کھلتے رہیں رخسار تجھے عید مبارک

ترے دانتوں کے یہ موتی بھی چمکتے ہی رہیں بس
تری آنکھیں بھی چمکدار تجھے عید مبارک

مرے سینے میں یہ دل ہی تو بچا تھا مرے دلبر
یہ بھی تجھ پر ہی گئے وار تجھے عید مبارک

تجھے دنیا کے تحائف سے نہ آزار ہی پہونچے
تری خدمت میں ہیں اشعار تجھے عید مبارک

اسلاف

انہی کے دم سے کلمہ گو ہے میرا آج کا مسلم
جو بام و دار پہ لٹکے مگر ایماں نہیں چھوڑا

وہ زیرِ سایۂ شمشیر بھی کلمہ ہی پڑھتے تھے
انہوں نے عالم شاہی میں بھی قرآں نہیں چھوڑا

خدا کی رحمتیں ملبوس کرتی تھیں انہیں آ کر
فرشتوں نے مجالس میں بھی یہ عنواں نہیں چھوڑا

نبیؐ تکلیف میں تھے تو سپر بن کر ڈٹے رہتے
کسی بھی حال میں ان کو کبھی عریاں نہیں چھوڑا

متاعِ کافراں ان کو کبھی مرعوب کیا کرتی
اسیرِ ظالماں ہو کے بھی عشقِ آلؐ نہیں چھوڑا

نجی حالات میں مثلِ حریر و ریشمی ہوتے
ستیزے کے تناظر میں کوئی طوفاں نہیں چھوڑا

۞

غصیلے شیر کی مانند جو صحراء سے وہ نکلے
کوئی روما، یا ترکستاں کوئی ایراں نہیں چھوڑا

ہوا جن کی پیمبر تھی، جو دریاؤں کے حاکم تھے
کوئی قلزم کوئی ساحل کوئی طوفاں نہیں چھوڑا

خدا کے دین کے پودے کی خوں سے آبیاری کی
خود اپنی جان دی اس کو مگر بے جاں نہیں چھوڑا

رضائے حق تلاشی ہر مکلف راہ سے ہر دم
خدا کی معرفت میں یوں کوئی ارماں نہیں چھوڑا

ذرا حامیؔ بڑوں کا حال بھی سن لے کبھی مجھ سے
وگر دنیا کا کوئی آج تک عنوان نہیں چھوڑا

{ }

پھول اور مومن

مہکتے خُلق سے مہکاتا ہے دنیا کے گلشن کو
نکھرتے رنگ سے رنگینیاں دیتا ہے آنگن کو

کمالِ گفتگو سے گھولتا ہے ذائقہ دل میں
بشاشت اسکے چہرے پر، لطافت اسکی محفل میں

حسیں ہر انجمن ہوتی ہے اس کے روئے زیبا سے
جبھی آزاد کرتا ہے سبھی کو دوش و فردا سے

عطا کرتا ہے صحرا کو بھی رعنائی گلستاں کی
یہ ہے مرکز پرستاں کا، یہ ہے رونق شبستاں کی

یہ ایسا پھول ہے کہلاتا ہوں جسکو میں اک 'مومن'
یہی آرائے بحر و بر، یہی زیبائے رات اور دن

خدائے ذوالکرم اس پھول کا خود بیج بوتا ہے
امم کے دورِ غم انگیز میں تخلیق ہوتا ہے

نُشو اس پھول کی ہوتی ہے خاکِ نرم طینت سے
خدا کی معرفت کے نور سے، آبِ بصیرت سے

لطافت اس کو ملتی ہے ہوائے روح یزداں سے
نمو ہوتا ہے اس کا گرمیِ تیغِ مسلماں سے

نکھرتا شدّتِ عشقِ الٰہی سے ہے رنگ اس کا
غذائے ذکر سے بڑھتا ہے دھیرے دھیرے انگ اس کا

فضائے الفتِ احمدؐ میں یہ پروان چڑھتا ہے
حجم اس کا مزاجِ دین کی صورت سے بڑھتا ہے

یہ ہے وہ پھول جو مومن شباہت میں مہکتا ہے
یہ ہے مومن شگوفہ بن کے ڈالی پر لہکتا ہے

مگر اس پھول کو خطرہ ہے بے دینی کے خاروں سے!
متاثر کیا کرے؟ مرعوب ہے غربی نظاروں سے!

خراشیں سہہ رہی ہے امّتِ مرحومہ خاروں کی
اِسے ہے آرزو پھر سے بہاروں کی، نظاروں کی

مرے گلشن کے مالی، خود گلوں کی پاسبانی کر!
عطا مرجھائے پھولوں کو نئی تازہ جوانی کر!

عصر

کاشانۂ افرنگ کے فانوس ہیں ساحر
اے بندۂ مشرق تری مٹی ہے ابھی نم

پھنس جائے جو اک بار تو پھنستا ہی رہے گا
اک جال ہے مغرب کا چمکتا ہوا پرچم

راس آئیگی تجھ کو نہ یہ تہذیب معاصر
ہے تیرے خیالوں کے نمو کیلئے یہ سم

باشندۂ پورب کو ہے سردی ہی مناسب
چچتا نہیں تیرے لئے گرمی کا یہ موسم

تقلید زمانے کی روش کی نہیں اچھی
بہتر ہے تری ذات کو اسلام کا دم خم

آئے گا ترا دورِ درخشاں بھی جہاں میں
عاجز نہ پریشان ہو، کچھ دیر ذرا تھم

﴿ ﴾

اُسی کی یادیں ستارہی ہیں

(مظفر آباد/ننھال کے پہلے سفر پہ تاثرات)

کبھی مجالس میں پھڑ پھڑانا، اسی کی یادیں ستارہی ہیں
کبھی اداؤں پہ مسکرانا، اسی کی یادیں ستارہی ہیں

وہ غمگساروں سے بات کرنا، وہ ہم دلوں کا گلے لگانا
کبھی ہنسانا کبھی رلانا، اسی کی یادیں ستارہی ہیں

ممانیوں سے مذاق کرنا، وہ پیارے بچوں سے دل لگانا
بڑے بزرگوں کا پیار پانا، اسی کی یادیں ستارہی ہیں

وہ میری خالہ کی انجمن میں، سدا مہکتے سے اُس چمن میں
وہ دن کے ڈھلتے پہر میں جانا، اسی کی یادیں ستارہی ہیں

کبھی ہنسانے کی بات کرنا، کبھی وہ انمول وعظ کہنا
یہ میرے ماموں کا ہے فسانا، اسی کی یادیں ستارہی ہیں

کبھی وہ دادا کی ڈانٹ کھانا، کبھی نصیحت کبھی فسانا
کبھی وہ نانی کا مسکرانا، اسی کی یادیں ستارہی ہیں

وہ دن کے پہلے پہر میں اٹھنا، تری ہواؤں میں سانس لینا
وہ دن کے پچھلے پہر کا کھانا، اسی کی یادیں ستا رہی ہیں

ترے نگر کی گلی کی مٹی، ہے میری آنکھوں کا سرمہ جیسے
وہ خوشبوؤں کا بھی جس سے آنا، اسی کی یادیں ستا رہی ہیں

مچلتی ناگن کی چال جیسے دلوں میں ہلچل مچاتی جائے
سڑک پہ گاڑی کا یوں بھگانا، اسی کی یادیں ستا رہی ہیں

وہ کھیل بچوں سے یوں لگانا، کہ فکرِ دنیا سے آج چھٹی
وہ ہمسنوں سے گپیں لگانا، اسی کی یادیں ستا رہی ہیں

کبھی ندی میں سنبھل کے جانا، کبھی گذرنا بڑے سے پُل سے
کبھی سڑک کے کنارے آنا، اسی کی یادیں ستا رہی ہیں

کبھی سوزوکی کی سیر کرنا، کبھی کرولا کا لطف لینا
کبھی تو رکشے کا وہ تھکانا، اسی کی یادیں ستا رہی ہیں

وہ راجدھانی کی سیر کرنا، وہ چائے لینا مری میں رک کے
کبھی وہ پنڈی میں سر جھکانا، اسی کی یادیں ستا رہی ہیں

کبھی کوہالہ کبھی وہ رنگلہ، کبھی ملوٹ اور چھلہ باڑی
وہ دھیر تحصیل کا زمانا، اسی کی یادیں ستا رہی ہیں

علیل ہونا منیر ماموں کا بھی مرے تو دماغ میں ہے
وہ دوجے ماموں کا کپ گرانا، اسی کی یادیں ستا رہی ہیں

﴿ ﴾

اے ہلالِ عید آجا

اے ہلال عید آجا روزہ داروں کے یہاں
بس ترا ہی راستہ دیکھیں مہینہ بھر سے ہم

لاج روزوں کی رکھی ہے ہم نے اب کی بار بھی
ایک بھی توڑے نہیں ہیں بس خدا کے ڈر سے ہم

آ کے اپنے عاشقوں کو اب تو امیدیں دلا
ٹوٹ کے بکھرے ہوئے ہیں آج تو اندر سے ہم

ہم وہی ہیں جو جہاں آرا و دنیا دار تھے
ہاں نکالے جا چکے ہیں اب تو اپنے گھر سے ہم

ہم میں تفریق نسب اور فرقہ آرائی ہوئی
جانے کیوں اغیار کو دکھتے ہیں اک باہر سے ہم

اب ہماری انجمن میں دور جام عشق نست
ناشناسا ہو گئے ہیں علم کے ساغر سے ہم

جذبۂ ایماں ہماری طاقتِ پرواز تھی
نا بلد سے ہو گئے ہیں راہ پیغمبر سے ہم

ملتِ اسلام کی حالت دگرگوں ہو چلی
کیسے مل پائیں کسی حاجات کے یاور سے ہم

ہم نے دنیا کو مذاقِ زندگی سکھلایا ہے
آج دبتے ہیں مگر غیروں کے کرّ وفر سے ہم

مانند خاشاک اڑائے جا رہے امروز ہیں
ورنہ کیسے لڑ پڑے تھے شوکتِ قیصر سے ہم

ناامیدی کی سکر سے ہم سراپا موت ہیں
اب کہاں سے جاگ پائیں ظلم کی ٹھوکر سے ہم

اے ہلالِ عید کا ہے تو بھی چمکا جائے ہے
آ تجھے بھی تیرگی دیتے ہیں اپنے در سے ہم

جو غلامی میں مزہ ہے تو کہاں جانے ہے وہ
اب تو اسکے ہو گئے دیرینہ ہیں خوگر سے ہم

یا چمکنا ڈوب کے ہم کو بھی سکھلا آج تو
ورنہ سکھلا دیں غلامی تجھ کو اب کی ٹر سے ہم!

حالؔی امیدِ طلوعِ ملّت بیضا تو رکھ
دیکھتے ہیں روشنی آفاق کے اوپر سے ہم

﴿ ﴾

تلاش

نہ مجھے کسی کی ہے جستجو، نہ کسی خوشی کی تلاش ہے
کوئی اور دل کو طلب نہیں، مجھے زندگی کی تلاش ہے

تری بے رخی سے عزیز تر ہے ستم ترا یہ بڑھائے جا
تری دوستی پہ گذر نہیں، تری دشمنی کی تلاش ہے

دل بے قرار ہے خواب میں، اسے زندگی کا نہیں پتا
اسے پھر جِلانے کے واسطے دم عیسوی کی تلاش ہے

وہ کرن جہاں سے کدھر گئی جو ضیائے ذہن وخیال تھی
مجھے تیرگی کی گھٹاوں میں اُسی روشنی کی تلاش ہے

مجھے زندگی نہ سمجھ سکی، نہ میں زندگی کو سمجھ سکا
رخ زندگی سے مجھے ابھی کسی ربطگی کی تلاش ہے

غم زندگی اُسے کیسے ہو جو اسے سمجھ نہ سکا کبھی
مری زندگی میں ہے کیا کمی، مجھے اس کمی کی تلاش ہے

جو گھڑی ابھی میں ہوں جی رہا، اِسے کیوں جیوں یہ نہیں پتا
مری اس گھڑی کو گذر نہیں تجھے دوسری کی تلاش ہے

جو سکونِ محفل یار تھی وہ صدا جہاں میں نہیں رہی
مجھے خامشی کی فضاؤں میں اسی نغمگی کی تلاش ہے

یہ ظالماں کی پکڑ کرے، دم ناتواں کو سنبھال دے
حدِ آسماں کو رقم کرے مجھے اس چھڑی کی تلاش ہے

مرا دل تلاش جنوں میں ہے اسے مورتی نہ ملی ابھی
مجھے موسوی کی تلاش ہے، اِسے آذری کی تلاش ہے

ذرا دیکھ حامیؔ ناتواں ترے حزن میں ہے پڑا ہوا
اسے بس لگن ہے تری لگی تری عاشقی کی تلاش ہے

مسافر سے خطاب

رحمتِ حق کو ہمیشہ پاسباں کرتے چلو
عشق کے اسفار کو یوں جاوداں کرتے چلو

ماورا گردوں سے ہے منزل تمہاری بے ریا
دو گھڑی ارض خدا کو آشیاں کرتے چلو

بے سرو ساماں اگر ہو، عشق تو سامان ہے
ریت کو بستر، فلک کو سائباں کرتے چلو

ہیبتِ ذوقِ خدائی سے جبل رائی کرو
قطرۂ نیساں کو دریائے رواں کرتے چلو

بحر و بر کو راستوں سے پُر زمیں کرتے رہو
اس ردائے نیلگوں کو آسماں کرتے چلو

برگ و ساماں کے بنا اقوام کو منزل ملی
بے ثمر بے رسد ہی دستار خواں کرتے چلو

راستے قزّاق کی گھاتوں میں ہوں پوری طرح
پیشتر اسکے درائے کارواں کرتے چلو

ہر قدم تیز و سُبُک کرتے رہو بڑھتے رہو
تابنا کی شوق کی سب پر عیاں کرتے چلو

حامیِ گستاخ کی بھی ایک ہی تو بات ہے
بات جو باتیں بنائے وہ بیاں کرتے چلو

انقلاب

دنیا کے سمندر میں ہے میرا سفینہ گم
تہذیب معاصر میں جینے کا قرینہ گم
حق گوئی و حق دانی ، بے باکی و چالاکی
الفاظ تو ہیں باقی، معنی کا خزینہ گم
عالم ہے تلاطم کا لفظوں کے مذاہب میں
توحید و رسالت کے اسباق مدینہ گم
ہیں آل محمد کے اوصاف نہاں جگ سے
اخلاق حسینی گم ، آدابِ سکینہ گُم
بے پردہ و وا رہنا تسکین ہے عورت کی
مستی کی فضاؤں میں افراد نرینہ گم
اسباب جہاں میرے ایمان کا مرکز ہیں
ہے دل سے توکل کا بے مثل نگینہ گم
ہے علم کا فقداں بھی تقوی بھی کہیں غائب
یزداں سے تعلق میں ، ہے عشق کا زینہ گم
عالم کے تغیر کو سمجھا تو ہے تو فطرت
دنیا کے گریباں کا ہے چاک و رفو فطرت

صلائے عام

دیکھوں جو کتابوں کو سفر اور حضر میں
پھرتی ہے وہ تہذیبِ خداداد نظر میں

ماحول سکھاتا تھا امیری کو فقیری
تہذیب کہ بھاتی تھی وہ فطرت کی نظر میں

جس قوم کے افراد جہانگیر و جہاں ہیں
خورشید کی گرمی تھی، اماں! قلب و جگر میں

اسباقِ حکیمی جو پڑھاتے تھے جہاں کو
استادِ مکمل تھے وہ شمشیر و سپر میں

انصاف و مساوات کے اوصاف سکھائے
تسخیر جہاں فکر و نظر، علم و ہنر میں

ہسپانیہ، غرناطہ و بغداد و خراساں
افریقہ و ایران، سکندر کے نگر میں

ہرجائی ہیں، ہر جا پہ علَم گاڑ چلے جو
جس قوم کے اسلاف تھے ناجی، ہے بھنور میں

رنجور و پریشاں ہوں میں حیران و پشیماں
کیوں کھو سی گئی "ملّت ہادی" بھی سفر میں

للہ، سماوات سے کی عرض، بیاں کر
نادانیء افکار جو لے ڈوبی قبر میں

آسائش و آرائش و الحاد و معاصی
قاتل نے بڑی قند ملا دی تھی ثمر میں

فطرت کے تقاضوں کو تری قوم نے چھوڑا
گم گشتہ مسافر کی طرح پھرتی ہے گھر میں

اب، خیر جو ہونا تھا ہوا چل، ذرا آگے
اٹھ باندھ ستم توڑ کے، پیٹی کو کمر میں

قانونِ مسلّم ہے خداوندِ جہاں کا
منزل ہے اسی قوم کی جو خود ہے ڈگر میں

حامؔی تری ملّت میں ابھی خوں بھی ہے باقی
باقی ہے وہ سرخی بھی ترے خونِ جگر میں

❁

اندلس

ہو جاتی ہے وا جس دم، کہنے کو زباں اپنی
جاتی ہے سرِ یزداں، دل دوز فغاں اپنی

اسلاف کے کھنڈروں کو، دیکھوں جو میں اے لوگو
رُک جاتی ہے اس لمحہ، تقریرِ رواں اپنی

تم جان نہ پاؤ گے، اے خفتہ دلاں مسلم
اندلس کی فضاؤں میں سنتا ہوں اذاں اپنی

دزدیدہ نگاہوں سے، اندلس کے مراکز کو
دیکھوں جو میں روتا ہوں، ہے چشم رواں اپنی

طارق کے قدم جس نے چومے تھے محبت سے
وہ پاک زمین اب ہے، دردستِ بتاں، اپنی

ہائے وہ کتب خانے، وہ علم کے گہوارے
ہیں شکلیں تصوف کی آنکھوں سے نہاں اپنی

اس وقت اکابر کو، دھوکے میں پھنسا کر پھر
افرنگ لعین نے کی، فطرت ہے عیاں اپنی

خوابیدہ ہے قوم اپنی، دل ہار کے بیٹھی ہے
آلودۂ زنگ اب ہے شمشیر و کماں اپنی

اے کاش مقدر میں، ذلت نہ لکھی ہوتی
اس قوم کے جس کی ہے، یہ ارض جہاں اپنی

ہے ظلم و ستم ہر سو، سویا ہے مسلماں تو!
تیرا تو فریضہ تھا، ہے قوم کہاں اپنی

اس راہ سے ہٹ کے اب، سنت پہ مر و مٹ لو
اب جیت ہماری ہے، ہمت ہے جواں اپنی

ہم لعل و جواہر ہیں، اے مسلمِ ناداں اٹھ
اللہ کے حضرت میں، قیمت ہے گراں اپنی

ہاں اٹھ کہ گلستاں میں لائیں گے بہار اب پھر
گذری ہوئی صدیوں میں، آئی تھی خزاں اپنی

ذکر اسلاف

مجھ کو تو رلاتا ہے ،بغداد کا افسانہ

مے خانۂ اندلس کا ٹوٹا ہوا پیمانہ!

دولت ہے چھنی ہم سے اب علم کی، حکمت کی

ہم کو ہو عطا یارب، پھر جذبِ کلیمانہ

وہ ہند کے سلطاں تھے وہ روم کے مولانا

جن کی تو صدا تھی بس اک نعرۂ مستانہ

بن قاسم ثقفی کی بے مثل وہ سندھ گیری

وہ طارق و موسیٰ کا، انداز ملوکانہ

بے قید وکراں انکے پروازِ تخیل تھے

ہیں آج جواں مسلم ، زیرِ درِ بتخانہ

مسلِم کی خلافت کا وہ دور تھا تابندہ

پستی و غلامی سے اسلاف تھے بیگانہ

اب ہائے زیاں ہے بس، احساس نہیں ہم کو!

اب چھوڑ چکے ہیں ہم، وہ ہمت مردانہ!

()

دن رات

یہ بادل اندھیروں کے چھائے ہیں کالے
کوئی شاخ لے کر کے انکو ہٹا لے

غلامی میں صدیوں کی جکڑے ہوے ہیں
مگر توپ دیکھی تو پتھر اچھالے

ہر اک سمت سہمی ہوئی زندگی ہے
کہیں پر ہیں چیخیں کہیں پر ہیں نالے

چھپے گھر میں ہنگامے ہر سمت دیکھے
گئی جو فضا تھم تو گھر سے نکالے

بھروسا کروں کس پہ آتے اجل ہی
کہ پہلے مری جاں نے ہتھیار ڈالے

اڑاتے ہیں احساس جادو بیاں سے
یہ کافر کہ اپنی ادا میں نرالے

کسی کو صلاحیں اگر دیں بہ الفت
یہ دنیا! کہ الٹے مطالب نکالے

بکھرنے کو آئے ہیں یہ ظلم سہہ کر
کوئی تو اٹھائے، کوئی تو سنبھالے

قناعت ہیں کرتے انہی پہ مگر ہم
کہ ہر دن نکلتے ہیں جن کے دِوالے

محافل میں تکتے ہیں راہِ صراحی
ابھی تک مِرے ہاتھ کے خشک پیالے

درندوں کو چھوڑو مگر آخری دم
بناتے ہیں انساں کو انساں نوالے

محلّات اپنے لگن سے بنائے
گرے ایسے جیسے کہ مکڑی کے جالے

گھُٹا تلخیوں سے ہے دم زندگی کا
یہ ہے وقتِ آخر کوئی تو بچا لے

یہ ہاتھوں میں تقدیر آئی ہے کیسے
بھکارن کے پھیلیں، سمیٹیں دیالے

مرا دل کہ اجڑا ہوا گلستاں ہے
کوئی مرغ آئے تو مسکن بنا لے

امت مرحومہ

دریا کے حوادث میں جو رم میں ہو دریائی
خاشاک کے تنکے بھی کرتے ہیں مسیحائی

اک لالۂ صحرا پر صحرا نے ستم ڈھائے
پر مٹ نہ سکا ہرگز یہ لالۂ صحرائی

یہ دورِ عزیمت ہے آرام نہیں اچھا
مجھ کو تو مسلماں کی یہ نیند نہ راس آئی!

تشدیدِ ستم گاری ہر روز فزوں تر ہے
فردا کے تصوّر سے امروز ہے دل رائی!

ویراں دلِ مضطر نے اک بارشِ نَو ڈھونڈی
لیکن میرے بادل نے تعزیر ہے برسائی

جو زخم ابھرتے تھے اسلاف کو پڑھتے تھے
اب ظلم و ستم سہہ کر تاریخ نہ یاد آئی!

حالات کے رخ سے تو وہ روح تڑپتی ہے
محشر کی حضوری سے جو روح نہ گھبرائی!

اک خوابِ پریشاں کو اک سمت سمیٹا جو
بس خوف وتغیّر کی اک پھونک سی لہرائی!

ویراں سے گلستاں میں پژمردہ کلی دیکھی
احوال جو پوچھے تو بے اشک وہ مسکائی!

کیوں کفر کی سلطانی مومن کو ڈراتی ہے
باہر سے یہ خندہ ہے اندر سے ہے مرجھائی!

❁

مشرق ومغرب

بندۂ بینا کو ہے بازیچۂ اطفال
اور اعمیٰ کا جہاں ہے مشرق و مغرب

راہیٔ پیہم کے سنگِ میل ہیں اطراف
ورنہ منزل کا نشاں ہے مشرق و مغرب

مطلع و مغرب سمجھتی ہے اسے دنیا
اک سفر کی داستاں ہے مشرق و مغرب

ڈوبنا ہی پھر ابھرنے کی نشانی ہے
اک مثالِ جاوداں ہے مشرق و مغرب

ایک مقصد کیلئے ہے اختلاف ان میں
اشتراکِ دوستاں ہے مشرق و مغرب

()

نماز

اقوام دگر کے لیے مومن کی عبادت
پر میری نظر میں ہے یہ معراج مسلماں

اللہ کے حضرت میں ہے مومن کی حضوری
انساں کی رسائی ہے درِ خدمتِ یزداں

پھر روح کی طاقت کو بڑھاتا ہے نمازی
پھر جسم کا انعام ہے اللہ کا احساں

یہ ایسی ملاقات ہے دربار خدا میں
یاں ایک ہی صف میں کھڑے جاہل بہ کتب خواں

ماورا ہو جا

مسافر بن و لے سنگِ نشاں سے ماورا ہو جا
ترقی میں تو رفتارِ زماں سے ماورا ہو جا

جہاں بینی، جہاں دانی، جہاں بانی، جہاں گیری
جہاں داری بھی کر لیکن، جہاں سے ماورا ہو جا

زمینوں، آسمانوں، جنگلوں، آدم کے سینوں میں
مکیں ہو کے، کسی خاکی مکاں سے ماورا ہو گا

دمادم آسماں کے ہر دریچے سے صدا آئی
کہ دل کی بات کہنے کو فغاں سے ماورا ہو جا

بحورِ عشق کی موجوں میں ابتر سی ہوا آئے
و لے تو بھی! سبھی عشق بتاں سے ماورا ہو جا

تو اپنے انجم رخشندہ کو ناز جبیں دے کر لے
مگر ہر آتش پیرِ مغاں سے ماورا ہو جا

کبھی جلوت میں بیٹھے تو دلوں کی تار کو ٹکرا
سبھی کہہ دے، و لے منہ کی زباں سے ماورا ہو جا

مسلماں ہے تو اللہ کے بھروسے پر نکل آ گے
مجاہد ہے تو شمشیر و کماں سے ماورا ہو جا

تُو محسن ہے تو دل میں اپنے خالق کی ضیا کو پا
کسی دیر و حرم یا آستاں سے ماورا ہو جا

توکّل ہے تو بنجر کشت کو ساون میں دانہ دے
کسی نیساں، کسی جوئے رواں سے ماورا ہو جا

پیام انقلابی دے کے حامیؔ قوم کے رخ سے
اُسی پل ہی نوید ذو فشاں سے ماورا ہو جا

()

مری آرزو الٰہی

مرا کام عشق بازی، مرا دین عشق خواہی
مری خو ہے بے نیازی، مرا طرز خانقاہی

مرا دیں بلند تر ہو، مری قوم سرخرو ہو
کبھی کاش پوری ہو یہ مری آرزو الٰہی

مری داستاں محبت، مری لوح لختِ دل ہے
مری انگلیاں قلم ہیں، مرا خوں مری سیاہی

یہ جو قوم بے جگر ہے آشنائے منزل
تو قدم قدم پہ اس کے ہے لکھی ہوئی تباہی

مرے کام آکے پھر بھی، مرے کام کچھ نہ آیا
یہ جہانِ آب و خاکی، یہ مکانِ مرغ و ماہی

مری قوم کے جواں کو مرا خونِ دل دکھا دے
مرے پیر کو سکھا دے مری انجمن کی شاہی

یہاں ظلم و جبر کے بھی کئی دور ایسے گذرے
مرا جسم بھی کراہا، مری روح بھی کراہی

مجھے کیوں ستائے دنیا، ترا عدل ہے کہاں پھر
ملی موت کی سزا ہے، مرا جرم بے گناہی

مری منزلیں کہاں ہیں مرا راستہ کہاں ہے
کہیں کرگئی ہے گم رہ مجھے میری بد نگاہی

کبھی آ کے اس جہاں میں تو ذرا سا جلوہ گر ہو
فقط اک جھلک نگہ نے ترے نور کی ہے چاہی

ترا بندہ غم زدہ ہے اُسے بخش دے خدایا
اُسے پُرضیا بنا دے وہ لیے ہے روسیاہی

﴿ ﴾

شان مومن

وہ بہتے سمندر پہ مسکن بنا دے
وہ چلتی ہواوں پہ ڈیرا جما دے

وہ نالے سے اپنے فلک کو ہلا دے
وہ ضرب کلیمی سے رستہ بنا دے

وہ سجدے سے اپنے زمیں کو جلا دے
وہ کشتی کا حافظ کوئی نا خدا دے

وہ نعمت کے پانے پہ شاکر ادا دے
مصیبت کے پڑنے پہ وہ مسکرا دے

وہ شمشیر توڑے تو خامہ بنا دے
قلم کو بکھیرے تو نشتر بنا دے

وہ بکھرے اندھیروں کو اپنی ضیا دے
وہ ہر ظلم سہہ کر پیام خدا دے

وہ بکھری امم کو بس اک مقتدا دے
وہ سمٹی امم کو ہر اک سمت لا دے

وہ بھٹکے مسافر کو مشعل نما دے
وہ بچھڑے جواں کو خدا سے ملا دے

وہ علم نبوّت کے دریا بہا دے
وہ لقماں کی حکمت جہاں کو سکھا دے

وہ انساں کو اپنے خدا سے ملا دے
وہ اللہ کے حضرت میں سر کو جھکا دے

جوانوں کے ہاتھوں کو لوہا بنا دے
وہ جھکتے بزرگوں کو بڑھ کر عصا دے

وہ شہہ کو گدا کے برابر میں لا دے
کہ فرقِ شعوب و امم کو مٹا دے

وہ ظلمت کے ماروں کو اک آسرا دے
وہ بھٹکے ہوؤں کو منازل دکھا دے

ہر اک بزم میں نعرہ حق لگا دے
وہ باطل کے نعروں کو یکسر دبا دے

فقیروں کو پل میں تونگر بنا دے
امیروں کو فرض امیری بتا دے

وہ راہ وفا کی منازل سکھا دے
وہ حق کی اشاعت میں سر کو کٹا دے

خدائے احد کی وہ رٹ ہی لگا دے
بجز اسکے ہر ماسوا کو بھلا دے

وہ امراض انساں کو پل میں دوا دے
وہ اپنی نگہہ سے سبھی کو شفا دے

وہ آنکھوں کی مستی سے سب کو پلا دے
وہ اذن خدای سے مردے جلا دے

امڈتی سحر میں خدا کی ندا دے
وہ ڈھلتے پہر کو نیا آشنا دے

اشارے سے اپنے نیا دن بنا دے
اشارے سے اپنے نئی رات لا دے

وہ نظریں اٹھائے تو دل کو لبھا دے
وہ آنکھیں جھکائے تو بجلی گرا دے

الٰہی ہے بکھری ہوی قوم آدم
کوی آشنا دے کوی پیشوا دے

۞ ۞

اب کہاں

اب نمایاں رات میں وہ جلوۂ اختر کہاں
اب کسی کی آنکھ میں وہ غمزۂ خودسر کہاں

آبجوئے گلستاں میں وہ ترنّم اب نہیں
اب مرے کانوں میں آئے نغمۂ صرصر کہاں

وہ ادائیں عاشقِ جانباز کی ملتی نہیں
اب کسی کے ہاتھ میں وہ تیشۂ آذر کہاں

اب تو مٹکوں کو اڑا کر بھی نہیں مخمور ہم
اب کسی کے ہاتھ میں صہبا کا وہ ساغر کہاں

طالبوں میں آج کے وہ فیض کامل کیسے ہو
اب مرے استاذ میں وہ جذبۂ اطہر کہاں

دورِ حاضر میں اگر وہ زورِ فاروقی نہ ہو
تو ملے گا خاک میں یہ شکوۂ قیصر کہاں

دن میں گریہ آنکھ میری دیکھتی ہے اور کچھ
خواب میں دکھلائیں گے وہ چہرۂ انور کہاں

اب کسی یعقوب کی آنکھوں کو جو بینا کرے
آج کے یوسف سے پائیں جامۂ عنبر کہاں

ایک ہی جنبش میں سارے ہی دلوں کو موڑ دے
اب کسی محراب میں وہ نالۂ منبر کہاں

ظہرانے کی روداد

شکر ہے اللہ کا، اسکی عنایت ہے مگر
آج میں نے کھایا کھانا ہے مسوری دال سے

ہم کسی کو یاد کرتے ہی نہیں لیکن ہمیں
یاد کرتے ہیں سبھی احباب، پر مس کال سے

کل جو ڈیٹا پیک کی حاجت پڑی تو چھوٹ کر
نوٹ سو کا، لے کے آئے کھاتۂ کنگال سے

آج برساتوں سے دریاؤں کے دریا بھر گئے
کاش لے کے ہم بھی آتے جام دو میکالؑ سے

جب کہا محفل میں سب نے، تم بھی کچھ عنواں لکھو
لکھ دیئے اشعار کچھ میں نے، مگر پامال سے

❊ ❊

لطیفہ

ایک داماد اپنی سسرال لکھنو گیا:

وہ لکھنو کی تہذیب اور تمیز کے بارے میں سُن سُن کے پک گیا تھا۔

تبھی ساس آئی اور پوچھا۔۔کیا بینگن شریف پکالوں یا میاں آلو نوش فرمائیں گے یا پھر بھنڈی محترمہ کھانا پسند کریں گے؟

داماد بولا: میں گنہگار بندہ ہوں! ان کے قابل کہاں! کوئی بے غیرت سا مرغا ہی پکالیں۔

اسی لطیفہ کا منظوم:

لکھنوی تہذیب سن کے پک گیا داماد تھا
جو گیا سسرال واں تو خرم و دلشاد تھا
ساس نے پوچھا میں کھانے میں دوں کیا آلو میاں
یا کہ بھنڈی بیگم و بینگن شریف و گوبھیاں
پیشکش کو ساس کی سن کے بھلا کہتا ہی کیا
وہ تو توضیحی بہانہ تھا نری اجناس کا
بولا وہ میں بندۂ ناچار ہوں بے کار سا
لائیں مرغا ہی کوئی بے غیرت و بے عار سا

آدمیت

نہ ہو نومید اے مردِ مسلماں تم حوادث سے
یہ ہے وہ شئے جو کرتی ہے تنزّل کا سبب پیدا

اکٹھا ہو کے تم دنیا میں امنِ مستقل لاؤ
کہ حیوانی صفت کرتی ہے تفریق نسب پیدا

اگر عالم میں خوشیوں کا سماں بیدار کرنا ہے
تو ایمانی حرارت کو کرو روحوں میں اب پیدا

❁

محمد اقبالؒ

ترے طرزِ سخن پہ کیوں نہ ہوں اقبال، قرباں میں
نہیں پھوٹا شگوفہ، تیرے رنگ و بو کا گلداں میں

جگایا ملت خوابیدہ کو تو نے فغانوں سے
تری فطرت کا پایا ہے، نہ پاؤں گا غزل خواں میں!

تری ملت کو ہے تیری ضرورت اب بھی دنیا میں
کہ طالب ہیں، مگر غائب معلم ہے دبستاں میں

تجھے جینا تو تھا دنیا میں مثلِ مہرِ تابندہ
مگر افسوس! دنیا ہے رواں دریائے طغیاں میں!

﴿ ﴾

شکر

مسلمانو خدا کے دین کو کرکے تہہ و بالا
سمجھتے ہو تم اپنے فکر و فن کو منفرد تنہا

ثمود و عاد کی نسبت ہو خالی تم جہاں والو
مگر ان کے ہنر مندوں کو رب نے کر دیا بے جا

نہ جانو تم، بنی آدم کی صف نے کون دیکھے ہیں
پکڑ سے کیوں بچا سکتا تھا ان کو ہر ہنر ان کا

کرو شکر و قناعت رب کی بھیجی نعمتوں پر تم
اگر چاہو تو گن لو تم مگر 'لا' قبلِ 'تحصوھا'

یہ دنیا کی ہزاروں نعمتیں ہم کو عطا کی ہیں
بہت ہے آخرت میں بھی ہمارے واسطے مولا

دیا جس کو خدا نے قرب و تقویٰ، بے بہا ہیرا
یہ بندہ وقت سے پہلے قیامت کر نہ دے برپا

﴿ ﴾

غازیان دین

ہر خاص، نہ عامی ہے، نہ اس راز سے آگاہ
مردان جہاں بیں کی نگاہیں بھی ہیں کوتاہ!

رہتی ہے صدا غازی کو مطلوب شہادت
اس جہد پہ ملتی نہیں اسکو کوئی تنخواہ!

کرتے ہیں علم اونچا یہ، اسلام کا غازی
ملّا بھی ہیں، درویش بھی، میداں کے شہنشاہ!

کرتے ہیں سدا ذکر و عبادت بھی جہاں میں
اور ذکر کی مجلس ہے مجاہد کی چراگاہ!

﴿ ﴾

مرشد من

(حضرت اقدس مفتی عبدالرشید صاحب دامت برکاتہم)

میرے دل کے گلستاں کے باغباں، شانِ چمن
شیخ من، ہیں مرشدِ من، جانِ من، مولائے من

باکمال و باجمال و بے نظیر و بے مثال
شان ہے ان کی سدا چوں انجم و ماہِ زمن

ہیں شہنشاہِ شہیدانِ محبت باوفا
راہ سالک پر چلے ہیں باندھ کے سر پر کفن

صورتِ شاہین ہے پرواز ان کی در فضا
شیر دل ہیں اس چمن میں، حاکمِ دشت و دمن

﴿ ﴾

کشمیر

یہ وادیاں یہ آبشار!
کوہ و دمن، لیل ونہار!
کشمیر ناز تیرا جمال
تیری خزاں، تیری بہار
تیرا نشاں، تیرا کمال!
بادام وسیب، توت و چنار!
اونچے پہاڑ، وہ گہری جھیل!
وہ خشک پن، وہ سبزہ زار
تیرے ہرن، تیرے اسد
دونوں کی ہے اک ہی قطار
لل عارفہؔ شیخ جہاںؔ
حمزہ ترا، تیرا وقار!

❁❁

پھول

پوچھی جو ایک پھول سے رودادِ زندگی
کہنے لگا کہ کچھ نہ تھا، پیدا کیا گیا!

اک روز میرے آقا نے، عالم کو یوں رچا
بوٹے کو منہ کے کھولنے کو پھر کہا گیا!

پھر اک کلی کا اس کے دہن سے ہوا نمو
جس کا وجود اس کے حجم کو بڑھا گیا

پھر اس میں رنگ جو بھرا دلسوز و دل ربا
پھر نام اس مجسّمے کو گل دیا گیا

جب میں نے اپنے مقصدِ ہستی کو سُن لیا
یعنی کہ مُجھ کو مظہرِ مولا چُنا گیا!

اس مقصدِ عظیم کو سن کر تڑپ گیا
یہ کارِ نارسا مجھے ہی کیوں دیا گیا!

❁❁

بلبلوں سے گفتگو

کل بھٹک کے ایک گلشن میں رکھا قدم
دیکھا جو بلبلوں کو وہ پھولوں پہ تھے نثار

میں نے کہا کہ دیوانو، یہ تم کو کیا ہوا!
کہنے لگے اسی سے ہے بے چین کو قرار

جو ان کے اطمینان کو پرکھا مرے دل پر
پایا کہ دور کوس ہے سکون سے ہزار

میں نے کہا کہ چاہتا ہوں تم سا، میں ہونا
وہ کہہ اٹھے کہ یہ تو آساں کام ہے اے یار

عشق میں پگھل تو پھر، ہو جائے گا بلبل
اپنے لطفِ زیست کو دے عشق پر تو وار

❁

محبت

محبت ہے قلب وجگر کا ظہور
محبت ہے شام وسحر کا سرور
محبت ہی عشق ومحبت شراب
محبت ہے غلماں،محبت ہی حور

محبت خیالوں کا ہے پیچ وتاب
محبت تو ہی ہے خدا کاغرور!
محبت کا، ذرّہ بھی ہے منحصر
خدا کا ہے جلوہ اُسی کاہے نور

محبت کا خالق ہے اے مولا تُو
محبت سے تو نے بنایا ہے طور
محبت سے ہے وصلِ عقل و خرد
محبت قریب اور محبت ہی دور

محبت ہے انجیل و توریت بھی
محبت ہی قرآن محبت زبور
محبت ہی علم ومحبت عمل
محبت ہے جسم ومحبت ہی پور

محبت محمدؐ کی اعلیٰ وبلند
محبت حرا اور محبت ہی طور
محبت ہی تو ہے تصوف کا حال
محبت کو لے لیں گے حامؔی ضرور

{ }

اغوئے دوراں

عادلانِ وقت کی شنوائیوں کے بعد ہم
بے گناہی کی خطا پر ہیں اسیرِ زندگی
ظلم کی ساری حدوں کو توڑ کے بھی الاماں!
وقت کے آقا کی آنکھوں میں نہیں شرمندگی

❁

خواجگانِ وقت کی تھی بحثِ تازہ میز پر
ایک نکتے کے سوا باقی سبھی تھا بے ثمر
وہ یہ تھا کہ آج دسترخواں کی زینت کیا رہے؟
''اتّفاقِ رائے سے نوخیز کشمیری کا سر''

❁

حاکمِ ہندی ستم ڈھانے میں ہے افزوں تریں
کوئی پرساں بھی نہیں، کوئی مداوا بھی نہیں
خواجگانِ مادرِ مسکن ہیں انہی کے غلام
ان کے بس اک غمزۂ شکوہ پہ خالی ہیں نیام!

سرحد

خدا تیرے خیالوں کو سحر کی تازگی دیدے
حرارت ظُہر کی اور دو پہر کی راگنی دیدے

بتان وقت میں سب سے بڑا بت آشیاں بندی
خدا افلاک سی تیرے گماں کو مائیگی دیدے

لبِ منزل ترے پاؤں پہنچ کے ڈگمگاتے ہیں
ارادوں کو ترے آہن سی کوئی پختگی دیدے

نشان فطرتِ سلمہ کو تو سمجھا نہیں اب بھی
تری ظلمت بھری دنیا کو اللہ روشنی دیدے

بنی آدم میں اتنی نفرتوں کو کون بوتا ہے
خدا تجھ کو تری اِس کردگی کی رستگی دیدے

کسی پیر جواں ہمت کو تکتی ہیں مری آنکھیں
محبت کی مری اس انجمن کو چاشنی دیدے

ترا ماضئ تابندہ یقیناً کا ہادی ہے
خدا آموزئ اسباق کی توفیق بھی دیدے

نقوش فطرت اسلام کی طاعت اندھیری ہے!
خدا میرے دل ناداں کو ایسی تیرگی دیدے

زمانے میں کئی عابد مری آنکھوں سے گذرے ہیں
خدا مجھ کو حقیقی ذوق وشوق بندگی دیدے

محبت میں صلے کی آس رکھنا جرم کرنا ہے
مری عاشق مزاجی ہی طریق عاشقی دیدے

(☆)

قصیدہ

ہوے حق کے داعی قبر میں مگن
منادی ہیں باطل کے دشت و دمن

مظالم کی چھائی جہاں میں گھٹا
عدل کی نعش یاں ہے بے گور وکفن

ہے بے یارو ناصر جہاں کی صدا
کرم کر تو اے بادشاہِ زمن

ہے تیرا وجود اس زمین پر گنہ
کہ طائر نے پایا قفس میں چمن

یہ عالم ہے مشغول آرامِ جاں
کہ ہے بن گیا ظلم بھی ایک فن

نہیں کرتے انصاف کی بات یہ
حواسوں کے بِن ہیں یہ اہل سخن

بظاہر بنے ہیں جو عادل بڑے
انھی کا ہے خوں سے بھرا پیرہن

ہے دنیا کی یہ زندگی دائمی
فقط ہے گمان و خیال اور ظن

اگر تو نہ ہو تنگ تو یہ کہوں
سوائے خدا ہے نہیں یارِ من

یہ دنیا کا پیشہ ہمیشہ سے ہے
کوئی یاں ہے شیر اور کوئی ہے ہرن

یہاں کی چکا چوند سب ہے فنا
ہے نا پائداری کا دنیا چمن

یہ ساری زمین ابن آدم کی ہے
نہیں ہے مسلماں کا کوئی وطن

نہیں اسکی صورت گوارا مجھے!
فرنگی کا تو ہے خبیثی چلن

اب آخر خدا کی رضا ڈھونڈ لے
تو ہوجا اسی جستجو میں مگن

ستم بر ضعیفان مسکین مکن
بجا کہہ گئے سعدیؒ ذی سخن

تری آسمانوں میں منزل ہے بس
زمیں ہے نہ زر ہے نہ ہی حبِّ زن

❊ ❊

غزلیات

(بترتیبِ ردیف)

(ا)

بڑی تفتیش پر بھی دل مرا یہ بے ڈگر نکلا
جہانوں کی خبر تو تھی مگر خود بے خبر نکلا

جہاں سے مل کے میں بھی ایک بستی کو جلا بیٹھا
چلا معلوم جو کرنے تو وہ اپنا ہی گھر نکلا

شب و فردا کی گردش کو ہمیشہ پاسباں سمجھا
مگر بوڑھا کیا جس نے یہی شام و سحر نکلا

کبھی تو بیج پر بھی یک نظر کرتے چلو مالی
پہنچتے پیڑ کو سینچا مگر وہ بے ثمر نکلا

صراط زندگی آساں سمجھ کے جو قدم تولے
مگر پہلا گرہ کھولا، نیا پیچیدہ تر نکلا

بڑی مشکل حوادث میں کوئی اسباب گر ڈھونڈے
توکّل کا دمن پکڑا جبھی تو بے خطر نکلا

چمن کی زندگی دنیا کو نظروں میں بسا بیٹھی
حوادث کے تھپیڑوں میں وہی مچھر کا پر نکلا

تعارض کیا عجب ہے اس جہاں کے کچھ حقائق میں
غنی کو بے اثر دیکھا، ولی بے آب و زر نکلا

مجھے معلوم تھیں سب مشکلیں راہِ محبّت کی
خدا کا نام لے قسمت کشائی کو مگر نکلا

(✲)

تلاشا ہوں خدا کو میں جو اک پل بھی تو پا بیٹھا
مگر تُو یار کیا شے ہے، تلاشا تو گنوا بیٹھا

کبھی تجدید یادوں کی میرے من نے کرائی تھی
مگر جو نہی گماں بھٹکا، پرانا بھی بھلا بیٹھا

خیالوں کو سلا کر میں کبھی خوابوں میں جاتا تھا
مگر خوابوں کی دنیا کو خیالوں سے مٹا بیٹھا

کہا سچ ہے کسی نے غم میں ہم جنسوں کو ہی ڈھونڈو
کل اک ہارا ہوا بلبل مری باہوں میں آ بیٹھا

قیامت کے تناظر میں اگر حالات کو پرکھوں
کوئی لیٹا تھا اٹھ بیٹھا، کوئی گر تھا کھڑا، بیٹھا

کبھی سوچا نہ تھا اتنی دعا میری مؤثر ہے
نہ تھا معلوم یہ مجھ کو، دے ظالم کو دعا بیٹھا

گنہگاری کرا کے پھر پشیمان بھی کراتا ہے
رلاتا ہے ستاتا ہے، یہ کرتا ہے خدا بیٹھا
مجھے عشق ومحبت کے اکھاڑے میں تو لے آیا
مگر خود بام پہ کرسی سجا کے دور جا بیٹھا
کبھی میں آسماں کی عظمتوں کو مان نہ پایا
مرے ارضی پہاڑوں پر ازل سے ہے سما بیٹھا
کل اک دہلیز پر بیٹھا جھکائے سر کہا سب نے
کوی رازِ محبت سے بڑا ہے آشنا بیٹھا

﴿ ﴾

بس ٹالتے ہیں ہنس کر محبوب، غم تمہارا
چھپ جائے دو جہاں سے ظلم و ستم تمہارا
کرتا ہوں سجدے تم کو، لیتا ہوں نام تم کا
میری زباں تمھاری میرا قلم تمہارا!
اب آرزو بھی تم ہو بس جستجو بھی تم ہو
ہاں آبرو بھی تم ہو، میں ہوں صنم تمہارا

یادیں تمھاری دل میں اور نام میرے لب پر
مقصود تم ہو میرا ، ہو بس کرم تمہارا
اس کشمکش میں میرے دن رات ہیں گذرتے
بن جائے سب سے کٹ کر ہر ایک دم تمہارا
میری خوشی میں جاناں پنہاں تمھاری فرحت
میرا بھرم ہے وہ بس، جو ہے بھرم تمہارا
جی چاہتا ہے میرا ،تم یاد آؤ رو دوں
ہلکا ہو اس سے شاید رنج والم تمہارا
گر تم ہو دور مجھ سے ،پر یاد میں ہو ہر پل
فکر و خیال مجھ کو ہے مغتنم تمہارا
لکھتے ہیں اپنے غم کو اوراق پر بچھا کر
شاعر نہیں میں لوگو، یہ ہے بھرم تمہارا
میں نے ارادے باندھے تمھیں پانے کے ہمیشہ
ہو جائے ہے زباں بند، لیں نام ہم تمہارا
جب ذکر عشق ہو یا حالات ہوں جفا کے
آئے خیال دل میں بس یم بہ یم تمہارا

﴿ ﴾

صبح دم گنجینۂ گوہر ملا!
گھستے گھستے بت کدے کا در ملا!
کیوں نہ ہوں اب رحمتوں کی بارشیں
اے یہاں تو بے سروں کو سر ملا!
جس کو تونے پاس ہے بلوالیا
دیں ملا اخرئ ملی اور زر ملا
میں نے دیکھا جلتے اک پروانہ کو
صرف مجھ کو اسکا ٹوٹا پر ملا
ہے فقیری میں امیری ہی نہاں
قصر مجھ کو خلد کے اندر ملا

﴿ ﴾

﴿ ﴾

خیالوں کے دریچوں سے کوئی شہکار ڈھونڈھونگا

مرے ساقی تری تعریف میں اشعار ڈھونڈھونگا
سمجھتا ہوں کسی ویران دل میں تو نہیں رہتا
مگر میرے دلِ ویراں میں تجھ کو یار ڈھونڈھونگا
ترے چہرے پہ نظریں جم نہیں سکتیں مگر پھر بھی
ترستی آنکھ سے ہر سو تجھے ہر بار ڈھونڈھونگا
دمِ عشّاق سے رنگیں ہوا رہتا ہے کوئی یار
ہجومِ عشق ان کے بِن، مگر بیکار ڈھونڈھونگا
ترے جانے سے ہر بستی اگر ویران ہوتی ہے
مگر اس دشت میں پھر بھی کئی اسرار ڈھونڈھونگا

﴿ ﴾

جلتا ہے تیرے غم میں یہ دل صورت سیماب!
ہیں تشنہ میری آنکھیں، تیری دید کو بے تاب!
ہیں فکر و تصور تو محبت میں فرائض
اور تشنہ نگاہیں بھی ہیں اس عشق کے آداب!
ہمت جو ہو مردوں کی جواں، مثلِ سمندر
ناچیز ہے پھر اسکے لئے عورت وزریاب

بحرِ دلِ غازی میں جو طوفان ہیں اٹھتے
پھر ہیچ ہیں پیش ان کے یہ دریاؤں کے گرداب!
ہیں نعرہ و القاب سے بے گانہ یہ غازی
گرتے ہیں کہ پیروں میں مگر انکے یہ القاب!
ایماں کا تقاضا ہے وہ بے باک توکل
ہو کالِ سبب تجھ کے لئے چوں صورت اسباب!

()

ہم سے بھی کچھ کہا کرو صاحب
کچھ ہماری سنا کرو صاحب
توڑ دیتی ہیں غم زدہ آنکھیں
مسکرا کے ملا کرو صاحب
چاہتے ہیں تمھیں کچھ اتنا ہم
کچھ تو ہم سے وفا کرو صاحب
ہم تمھارے ہی باوفا ٹھہرے
ہم کو بھی آشنا کرو صاحب

اک تمھارے بنے ہیں دیوانے
کچھ قدر کر لیا کرو صاحب
یاد کرتے تمھیں نہیں تھکتے
بھولنے کا گلا کرو صاحب
عشق کرنا خطا سمجھتے ہو
منتخب پھر سزا کرو صاحب
آپ کا نام اتنا میٹھا ہے
خود بھی اس کو رٹا کرو صاحب

❁

ہوں خوش تیری محبت سے بھلے ہو دور اے دلبر
کہ ہوتے ہیں ستارے دور پر ہیں نور اے دلبر
اگر تیری ہی یاد آئے نہ کوئی دل کو اب بھائے
تو رہ لوں گا تری فرقت میں بھی مسرور اے دلبر
تمنا ہے مرے دل کی تجھے دیکھوں تو بس دیکھوں
مسلسل ہوں تیرے دیدار سے مخمور اے دلبر

اگر پاؤں نہ دنیا میں نہ اخریٰ میں تو مل پائے
مگر تجھ سے محبت ہے مجھے بھر پور اے دلبر
کسے معلوم ہے میرے تعلق کا کہ کیا ہوگا
مگر امید ہے دل میں چوں شمع طور اے دلبر
اگر الفت ہو صادق بات ہو گر کم ہی لفظوں میں
تو کرتی ہے اثر ، جیسے نوائے صور اے دلبر

﴿ ﴾

مری زندگی کا مدار تو، ہے فقط خیال شراب پر
نیا طرز بھی نئی سوچ بھی نہیں منحصر ہے سراب پر
نہ سلیقہ مجھ میں حکیم کا، نہ طریقہ مجھ میں ادیب کا
نہ ہی شعر کا مجھے علم ہے، نہ مرا یقیں ہے کتاب پر
نہ ہی غیر ہوں نہ میں آشنا، نہ بھلا ہوں میں نہ ہی پھر برا
نہ فدا ہوں تیرے شباب پر، نہ سوال پر نہ جواب پر
ہوئی جو اذاں تو میں سوتا ہوں، جو قضا ہوئی تو میں روتا ہوں
نہ نقوش و رنگ پہ کھوتا ہوں نہ فریفتہ ہوں رباب پر!

نہ رہا میں ہوش وخیال میں نہ ہی ہجر میں نہ وصال میں
نہ لگامِ عقل ہے ہاتھ میں نہ ہے پاؤں دل کے رکاب پر
نہ ہمالہ کا ہوں فدائی میں، نہ فدائے خطۂ ہند کا
نہ میں مغربی ہوں نہ مشرقی، نہ مَرا ہوں سندھ و چناب پر
نہ میں حزن ہوں نہ ملال ہوں، نہ گداؤں کا میں سوال ہوں
نہ زوال ہوں نہ کمال ہوں، نہ کھڑا ثواب وعذاب پر
نہ خوشی کی ہوں میں تلاش میں، نہ میں غمزدہ نہ ملول ہوں
رخ یار کا نہ حجاب ہوں نہ فدا ہوں چشم وشباب پر
نہ خیال کی ہوں بلندی میں، نہ ہوں پارسی نہ ہوں ہندی میں
نہ اداؤں کا ہے خیال پھر، نہ دھرے ہیں گوش خطاب پر
نہ محبتوں میں گِھرا ہوں میں نہ حبیب ہوں نہ محب ہوں میں
نہ مَرا ہوں زلف سیاہ پر، نہ فدا ہوں خانہ خراب پر
نہ میں نیک ہوں نہ میں پارسا، نہ ہوں فاسقوں میں گِنا گیا
نہ طویل عمرِ خضر ہوں میں، نہ مری جِبِل ہے حباب پر
میں فدا ہوں ربّ جلیل پر، یہ کرم ہے مجھ سے ذلیل پر
دھرو کان میری دلیل پر، میں مَرا ہوں عشق مآب پر

(۱)

زمانے کو ہم نے سکھایا ہے اکثر
سبق زندگی کا پڑھایا ہے اکثر
تجدّد پسندی نے یہ رخ دکھایا
پرانے غموں کو بھلایا ہے اکثر
کدورت کی چھائی اندھیری میں ہم نے
وفا کے دیوں کو جلایا ہے اکثر
دم زندگی آخری موڑ پر ہے
ترا نام ہونٹوں پہ آیا ہے اکثر

(۲)

سلامت، کہ ہستم گرفتار عشق
مرا دل ہے زخمی بہ آزار عشق
نہ بینم حسیں از رخ یار من
بھرے دل میں پھر سے ہیں افکار عشق
یکے لمحہ بر من کرم کُن، خدا
مکمّل بنا میری دیوار عشق

زدیدست دوائے دلِ عاشقاں
اسی پر دھرا ہے صنم بار عشق

﴿۱﴾

ہو خوابوں خیالوں میں یوں بس گئے تم
پھر اتنا پرے مجھ سے کیوں بس گئے تم
ملاقات کی لاکھ کوشش ہے کرلی
ہو یادوں میں مثل جنوں بس گئے تم
خدا کی قسم گہری یادیں ہیں ہر دم
مرے دل کی رگ کے دروں بس گئے تم
تمھارا ہی دل میں جنوں دوڑتا ہے
میرے انگ میں مثل خوں بس گئے تم
نکلتی ہیں آہیں جو تم یاد آؤ
میرے دل میں اب کیا کروں بس گئے تم
غمِ دل کے سائے ابھرتے ہیں رخ پر
کسی سے میں اب کیا کہوں بس گئے تم
تمھیں نے میری زندگی بس چرالی

تمھارے بنا کیا جیوں بس گئے تم
نہ ہے نامہ بر ہی قلم ہے نہ دم ہے
تمھیں میں یہ کیسے لکھوں بس گئے تم
اگر تم کو مجھ سے بچھڑنا ہی تھا پھر
میرے دل کی دنیا میں کیوں بس گئے تم
نہ جاتے ہو دل سے، نہ ہو پاس آتے
تو کہہ دو! جیوں یا مروں بس گئے تم
جھکا کر میں اپنا گریباں میں چہرہ
میں دھڑکن میں تم کو سنوں بس گئے تم
ذرا جانبِ حامؔی خم کو جھکا لے
تری مئے سے میں بھی پیوں بس گئے تم

❁

بن تیرے جہاں دیکھا، بے نور زمیں بینم
انوار جہاں دیکھے، تجھ کو بھی وہیں بینم
عالم میں جو یار آمد، ہر شئے میں بہار آمد
لگتا ہے یوں خود کو میں در خلد بریں بینم

در تیرا کھلا تھا کل، میں واں جو گیا تھا کل
اک نقش حسیں بینم، کرسی پہ نشیں بینم

شیدا تری دنیا ہے، میرا جو ہوا تو بس
خود میں نے خوشی پالی، عالم کو حزیں بینم

در عشق جنوں کل جو، اک جوڑا پریشاں تھا
عاشق کو کہیں دیکھا، معشوق کہیں بینم

تیرے جو ہوئے عاشق، تجھ کو جو منایا ہے
اب اپنے غلاموں میں، دنیا کے مکیں بینم

()

مجھے تو نہ کر یوں فنا، اے صنم
کہ عشقے نہ دارد دوا، اے صنم

بغفلت مبر، وقت تسنیم تو
یہ لمحات ہیں بے بہا، اے صنم

کہاں جا رہے ہو مجھے چھوڑ کر
دلِ من ہے تجھ پر فدا، اے صنم

مکن ظلم بر من کہ دیوانہ ہوں
مجھے اپنے دل میں بسا، اے صنم
تو گر خواہی، میں ہوں ترا آشنا
ترے بن سبھی سے کٹا، اے صنم
عنایت بکن ایک شب کے لیے
تو باہوں میں مجھ کو دبا، اے صنم
دلا گر محبت کنی اختیار
نہ کر فکر وہ ہے ترا، اے صنم
نگہہ کُن بدیں من، اسیر وفا
نہ پاؤں تجھے ہے کجا اے صنم؟
بکن صبر اے دل ترا حب بود
یہ عالم ترا ہے ترا اے صنم

(٭)

﴿ ﴾

ہم سُنا کرتے ہیں سب کچھ، پر کہا کرتے نہیں
جو وفا کرتے ہیں سب سے وہ گلا کرتے نہیں

دونوں عالم میں نہ پایا تم سا کوئی ہمسفر
جو ستاروں پر پلے ہوں وہ ملا کرتے نہیں

ہم نے مانا ہیں برے، پر تیرے ہی تو ہو چکے
ہوں بھلے یا پھر برے لیکن برا کرتے نہیں

ہم مسلمانوں کی ہے کچھ شان ہی ایسی بلند
ہم کٹا کرتے ہیں لیکن ہم جھکا کرتے نہیں

ہم محبت کے شہیدوں میں نہ گر شامل ہوئے
پر محبت کے پرستاروں سا کیا کرتے نہیں؟

عاصیوں کے زمرۂ اول میں ہیں شامل مگر
بے وفاؤں کی طرح ہر پل جفا کرتے نہیں

ہے فغاں گر بے ادب لوگوں کا اندازِ سخن
تو بہ آہوں سے مگر ہم بے نوا کرتے نہیں

﴿ ﴾

﴿ ﴾

برس ہا برس میں رہا جستجو میں
نہ آیا کوئی فرق بھی آرزو میں
میں جیتا ہوں فکر وتصور سے انکے
ہیں بیٹھے خیالات کے تار و پو میں
ترا ہی قفس تنگ مجھ پر ہوا ہے
وگر ہو نہ پایا اسیر عدو میں!
میں کرتا رہا ان کا ہی ذکر ورنہ
کہ میں مر نہ جاتا ملال سبو میں
یہ دنیا بدل کیا سکے میرا رستہ!
مگر گھِر گیا بس تری گفتگو میں
کبھی ڈر نہ تھا مجھ کو سود وزیاں کا
تیرے نام سے کھوتا ہوں ہوش وخو میں
تیرے در پہ آکر بلایا ہی ہوتا
پہ کرتا ہوں پاسِ سدا آبرو ، میں!
نہ مایوس ہو ان کی اس بے رخی سے

ابھی سرخی باقی ہے تیرے لہو میں
ہیں میری دعائیں تیرے ساتھ ہر دم
کہ بہتا رہے ان کے دریا و جو میں
کبھی بھی نہ حامیِ جہاں پر فدا تھا
مگر کھو گیا بس ترے رنگ و بو میں

(   )

﴿ ﴾

چلو مجلس میں بیٹھے دوستو محفل کو گرمائیں
کہ اپنی آتش دل سے چراغ بزم بھڑکائیں
کبھی الفت کے گیتوں کو زبان دل سے دہرائیں
کبھی ہنس کر ذرا رو دیں کبھی رو کر بھی مسکائیں
چلائیں دور ساقی سے ذرا کہہ دو کہ ہم آئے
نہ پینے کا جسے ہو شوق اسکو جام پکڑائیں
کبھی ہجراں کے نغموں سے فضا افسردہ سی ہو لے
کبھی ان کے نکھرتے جلووں کو ہم دل میں لہرائیں
مرے یارو کسی پل بھی توجہ مت ہٹانا تم
کسے معلوم کس لمحہ حجاب نور سرکائیں
کوئی بلبل کی صورت نغمۂ حسن و چمن گائے
کوئی چوں چوں کوئی کُوکُو کوئی غاں غاں کوئی کائیں
ارے! حامی اسی مجلس کے کونے میں تو بیٹھے ہو
چلو اشعار کہتے ہو کہ ہم تم سے کہلوائیں

﴿ ﴾

﴿ ﴾

سبھی کو تو اہل نظر تولتے ہیں
مگر کچھ کو تیغ و سپر تولتے ہیں

ترازو ہے دل کا کہ تربوز کا یہ
جگر چاک کر کے جگر تولتے ہیں

ہمیں تو نہ غم ہے، نہ کوئی توجہ
مگر ہم متاعِ دِگر تولتے ہیں

ہمیں کر کے مجبور آہ و فغاں پر
یہ کہتے ہیں، تیرا ہنر تولتے ہیں

ترے حسن کا یہ جہاں ہے ترازو
جنوں کو مرے، دشت و در تولتے ہیں

مرا عشق چھلکا ہے پیمانہ سے ہی
کہا بھی نہ تولیں، مگر تولتے ہیں

﴿ ﴾

﴿ ﴾

عاجزی ہے، بے بسی ہے، بے کلی، کیا نام دیں
کیفیات زندگی کو زندگی! کیا نام دیں

معجزات عاشقی کو بت گری کیا نام دیں
شیوۂ صورت گری کو کافری کیا نام دیں

سجدہ ہائے پُر اثر یا ذکر و تسبیح و دعا
رسم و راہ بندگی کو بندگی کیا نام دیں

آج مٹکوں کو اڑا کے جی نہیں بھرتا اگر
تو بتا دے ساقیا! یہ تشنگی کیا نام دیں

میرے دل کی دھڑکنوں میں وہ دھڑکتا ہو اگر
عاشقی کے اس جنوں کو عاشقی کیا نام دیں

دل کے ہاتھوں قید ہو کر یہ قلم لکھتا گیا
داستان زندگی کو شاعری کیا نام دیں

﴿ ﴾

﴿ ﴾

نہ ہوں منتظر میں جواب کا، نہ سوال کر کے ڈرا ہوں میں

نہ نیاز مندِ جہاں ہوا، نہ گدا کسی کا بنا ہوں میں

مرا فقر بھی ہے عجیب تر، نہ کبھی کسی پہ رکھی نظر

نہ ملا کبھی مجھے طشتِ زر، نہ کسی کے در پہ جھکا ہوں میں

کبھی زاہدوں میں گنا گیا، کبھی فاسقوں سے بھی آ ملا

کبھی یاں جھکا کبھی واں جھکا، کسی اک طرف نہ رہا ہوں میں

میں اسیر حرص ہوا بھی ہوں، مگر ایک عبدِ خدا بھی ہوں

میں جہاں میں شمع نما بھی ہوں، پہ سما پہ چڑھ کے گرا ہوں میں

میں کسی کے پا کی ہی خاک ہوں، میں نجوم و شمس و فلاک ہوں

میں غلامِ سرورِ پاک ہوں، کسی ارض کا ہی سما ہوں میں

﴿ ﴾

جس کی آتش سے لرز اٹھتا ہو یہ کون و مکان

وہ کمالِ عشق، قیدِ وصل و ہجر و در نہیں

جن کی شوخی سے مہک اٹھتے ہیں سب عقل و خرد

ان خیالوں کی جگہ اب ذہن کے اندر نہیں

جو کرشمہ آرزو کی لذتِ بے دم کا ہو
وہ مزہ الطاف کی گھڑیوں میں یوں خوشتر نہیں!
موت کے اک غار کی مانند ہے دل وہ سیہ
جس کے بحرِ عشق کی موجیں ابھی ابتر نہیں!
نام لے محبوب کا ہر دم زبان سے عشق میں
تیرے دل کی کیمیا کوئی ازیں بہتر نہیں!
جس کے دل میں بس گیا ہو نام اسکا تہہ بہ تہہ
ساری دنیا کے دلوں میں ہے سکون، جو گھر نہیں!

❁

پریشاں ہو کے آخر دل نے تم سے کہہ دیا برسوں
مرے بحرِ محبت میں تھا اک محشر بپا برسوں
تری اس بے رخی کا میں سبب تم کو بتاتا ہوں
کسی دل کا چکاتا ہوں ابھی بھی خوں بہا ہرسوں
نہ حیرت کر تو اے یاراں میری آنکھوں کے پانی پر
تری مانند یہ بھی تھا سمندر میں چھپا برسوں

کرے قربان جو اپنی ضرورت کو تمنّا کو
ثنا خوانِ محبت میں نہ دیکھا اک نیا برسوں

﴿ ﴾

اس عشق کی آتش سے جلتا ہوں پگھلتا ہوں
لیکن تری چالوں سے میں بچ کے نکلتا ہوں
ہر ایک قدم تجھ سُو بے ساختہ اٹھتا ہے
گرتا ہوں سنبھلتا ہوں، پھر اٹھ کے پھسلتا ہوں
الفت میں تری میں نے کیا کیا نہ کیا جاناں
بے چین جو ہوتا ہوں تو بھیس بدلتا ہوں
اپنوں نے جہاں دیکھا بن تیرے وہاں پایا
وہ لوگ یہ کیا جانیں، کن باہوں میں پلتا ہوں
اس عشق کے خاروں کی لذت سے شناسا ہوں
بن تیرے ہزاروں، میں، پھولوں کو ملتا ہوں
حامؔی تو نہیں شاعر، حالات بناتے ہیں!
اک یاد میں رہنے کو اس راہ پہ چلتا ہوں

﴿ ﴾

(۱)

ایسے گمان گذرے رہ رہ کے میرے من میں
پلتے نہیں ہیں صابر، آئین کے دمن میں
کیسے خیال گذرے کیا کیا طرح نہ سوجھی
ہر بار کچھ نہ پایا، کھویا ہی ہر جتن میں
دنیا کے انجمن کو ہستی سے اب جلادو
بس اب صلاح ٹھہری کہرام کی پون میں
میں سن رہا ہوں شاید نغموں کو بلبلوں کے
محفل سجا کرے گی، اب دامن چمن میں
ہستی مری نہ ٹھہری طوفانِ یم کے آگے
بس اک شرر رہا ہے، وہ بجھ نہ جائے من میں
اب محفل جہاں میں کوئی نہیں شناسا!
یارانِ کارواں کو، کھینچے کوئی ہے فن میں
شاعر نہ بن سکا میں، پر اپنے دل کا غالبؔ
دلّی کے میرزا کی حسرت نہیں ہے من میں
کوئی تو ہو جہاں میں سنتا جو آدمی کی

کچھ نے خدا کو پوجا، کچھ آ جھکے چمن میں
محشر کے دن حضوری جو ہو خدا کے آگے
شاہد کے طور ان کی تصویر ہے کفن میں
کل زاھدوں سے گذرا، پھر آج فاسقوں سے
کل آدمی سے گذروں پھر جارکوں میں بن میں

﴿ ﴾

فارسی اشعار کہنے کی جارت کی ہے کیوں؟
ناشناسا شہر میں جانے کی ہمت کی ہے کیوں؟
اب جو روتا ہے بہا کر خوں کے آنسو چشم سے
پھر بتا ایسے صنم سے یوں محبت کی ہے کیوں؟
شعر کہنا تو ہے شاعر اور لغت دانوں کا کام
تم نہ شاعر ہو نہ عالم پھر یہ جرأت کی ہے کیوں؟

﴿ ﴾

میں تو دیوانہ ہوں بستی سے نکالو مجھ کو
آگ سے پھونک دو، مٹی میں دبا لو مجھ کو

رحم تو اب نہ کرو تم مجھے چھلنی کر دو
مجھ کو پتھر سے بھی مارو یا مٹا لو مجھ کو

اب کلیجہ بھی نکالو، یہ زباں بھی کھینچو
میں اندھیرا ہوں، مجالس سے اٹھا لو مجھ کو

لوگ ہنس دیں گے مری موت کے آتے آتے
دیر کیوں کرتے ہو پھانسی پہ چڑھا لو مجھ کو

مجھ کو دریا میں اگر ڈوبتے دیکھو جب بھی
اپنے ہاتھوں کو بھی کھینچو نہ سنبھالو مجھ کو

میرے خرمن میں جو آتش ہے مرے دل کی ہے
اِس کو بجھنے بھی نہ دو تم جو سُلا لو مجھ کو

اک مسیحا بھی نہ آئے مرے لاشے پر جب
میری لاچاری، تماشے میں، دکھا لو مجھ کو

میرے مرتے ہی وہ شیشہ وہیں فوراً توڑو
اُس پیالے میں ہلاہل، جو پلا لو مجھ کو

اب میں سننے کو رہا ہوں، ہے سنائے دنیا
تم خموشی میں کیوں گم ہو، کہ سنا لو مجھ کو

اے رے حامیؔ! تجھے کیا ہے، کہ دلاسہ دو تم
تجھ کو بولا کہ زمانے سے چھڑا لو مجھ کو؟

❁

ہو حسن اگر قاتل پھر پیار سے کیا حاصل
دنیا کے حسینو تم اب ناز بدل ڈالو
دشمن پہ جھپٹنے کی تدبیر نہ ہو کاری
پھر اپنے اصولوں کو اے باز بدل ڈالو
گر خواب حقیقت میں رہبر ہے تیرا حامیؔ
مفہوم وہی رکھکر الفاظ بدل ڈالو

❁

کیوں چاہنے والوں میں پاکر
یوں چیں بجبیں ہوجاتے ہو
اب رخ کو نہ موڑو تلخی سے
یوں اور حسیں ہوجاتے ہو
عالم کو بنا کر شیدائی!

طارم پہ مکیں ہوجاتے ہو!

بس ناز وادا سے تم ،کہ صنم

پیوند زمیں ہوجاتے ہو!

تم ڈوبو یہاں تو غم بھی نہیں

ظاہر، کہ کہیں ہوجاتے ہو!

گر تلخ کلامی ہو جائے

مغموم وحزیں ہوجا تے ہو !

حامؔی ہو خیالوں میں کس کے

غائب کہ وہیں ہو جاتے ہو!

()

ٹھوکر نہ مجھے مارو عاشق ہوں میں دیوانہ

دل کو تو ذرا چھو لو معلوم ہو پیمانہ

اے کاش مقدر میں لکھ دے یہ کوئی میرے

وہ مجھ سے جدا کیوں ہوں جو آج ہیں بیگانہ

تقدیر مری میرے اتمام پہ اڑتی ہے

تانا ہے مرا الجھن اور غم ہے مرا بانا

پرساں ہے کوئی میرا، نہ حال بتاتا ہوں
مغموم و پریشاں ہوں مجبور و تہی خانہ

(۱)

ذوق ہی تھا نہ ارادہ، پر لکھا بے ساختہ
آج کاغذ پہ قلم چلتا گیا بے ساختہ
داستانِ غم سنانے کا ارادہ تو نہ تھا
رات کے پچھلے پہر میں کہہ چلا بے ساختہ
مجھ کو صحرا کے سرابوں کی فضا معلوم تھی
سحر آگیں جاذبیّت سے کھچا بے ساختہ
اک جھلک سے محفلوں کی محفلیں گرما گیے
پھر کہا رخ سے حجاب اٹھتا گیا بے ساختہ
کیا نظر تھی جس نے تجھ کو یوں دِوانہ کر دیا
کہہ گئی عاجز زباں بے ساختہ! بے ساختہ!
غیر ممکن تھا مری جانب سے تیرا ذکر بھی
میری غزلوں میں ترا نام آگیا بے ساختہ

رات انکی بزم آرائی ہوئ تھی شہر میں
میں چلا بے دست و پا بے آسرا بے ساختہ

﴿ ﴾

دل نے ستم ہی دیکھا، جب سے ہوا ہے راغب
دیکھے محب ہیں ظالم اصلی ہوں یا لسانی
اک بار زندگی میں دل کو لگا لیا جو
اجڑی ہوی ہیں اب تو راتیں میری سہانی
مایوسیاں بھی میری اکتا گئی ہیں مجھ سے
بے حال و بے تمنا، مغموم زندگانی
خوش آمدید آفتا کہتے ہیں ہر دعا پر
یونہی نہیں فلک پر تاروں کی ضوفشانی
نادم جو ہولے آدم ، تاروں پہ ہے مقدر
رب الکریم کر دیں قسمت میں کامرانی
آنکھوں سے میری ظاہر دل کی دہائیاں ہیں
پتھر جگر جہاں نے آہیں مری نہ جانی

ہے بے کلی کا عالم، آنکھیں برس رہی ہیں
جانم مرا ہے ظالم، یہ ہے مری کہانی
کچھ زندگی نے توڑا، کچھ انکی بے رخی نے
پھر توڑ کر بکھیرے مجھ کو یہ شعر دانی

()

موسم برسات کے باران پر حیراں نہ ہو
میری آنکھوں سے رواں ہے قلزم تقدیر بھی
حزن ہو یا شادمانی، قرب ہو یا بعد ہو
لمحۂ ہر حال میں ہے کاوش تعمیر بھی
مجھ سے دل نے یہ کہا سب دوستوں کو چھوڑ دو
تا، نہ کر پاؤں جہاں کی دشمنی تسخیر بھی
یوں تو ہے دل آیئنے میں حسن کے تیرے صنم
روح کے اطراف لپٹی ہے تری زنجیر بھی
دب کے رہتے ہیں میرے نالے میرے ہی صدر میں
تم نہ گر سن پاؤ اِن کو، ہے مری تقصیر بھی
دے مری اس بے قراری کو سکوں میرے خدا
خواب میرا یاس ہے، اور بے کلی تعبیر بھی

راز کا نکتہ بتاؤں، مـیں جہـاں کے عـاشقو
دل میں اسکے، چھوڑی گرچـہ، ہے تری تصویر بھی
میں سخنداں ہوں، اگر چہ ہے حقیقت یـہ مـری
خام ہے میـرا تخیّل، خـام ہے تدبیـر بھی
شاعروں میں کیا گنوں تجھکو بھلا، اس بزم مـیں
غالبؔ و اقبالؔ ہیں یاں، ذوقؔ بھی، یاں میـرؔ بھی

تـرا حـسن نـیا ، تـری مـئے نـئ
مـیں سـناؤں تجھ کـو یـہ لـے نـئ
مـیـرے دل پـہ زخـم نـیا لـگا
کـہ دوائے درد جـو ہـے نـئ
تـیـرے شعـر کے اثـرات سـے
ہـے کـمـان وتـیـغ ہـی طـے نـئ
ذرا چـکھ اسـے کـہ لـذیـذ ہـے
ترے عشق مـیں، ہـے یـہ شئے نـئ
مـیں ہـوا اسـیـر وفـائے یـار
ہـے یـہ رب کی مجھ پـہ جـو نـے نـئ

﴿ ﴾

نہ میرا درد ظاہر ہو نہ ہو غمخوار ہی کوئی
نہ کوئی درد دل میں ہو نہ ہو دلدار ہی کوئی

کبھی دہلیز پر انکی جبیں سائی جو کر لی تھی
کہا سب نے ہٹو یاں سے چلیں بے کار ہی کوئی

جو کھچتا ہوں کسی جانب و لے ناکام ہوتا ہوں
تری ہاں سے کوئی کھینچے مجھے ہر بار ہی کوئی

تری صورت نظر آتی ہے مجھ کو اپنے سینے میں
جھکا کر میں ذرا سر کو کروں دیدار ہی کوئی

میری دیوانگی حد سے گذر جانے کو ہے ہر دم
تلاشے ہے کہیں جا کر نیا سنسار ہی کوئی

گماں جو ہو وہ کہتا ہوں وہ لکھتا ہوں وہ سنتا ہوں
عیاں کر دے میری اس روح کا ہر تار ہی کوئی

را دیکھو یہ لوگوں میں پڑی لاشِ شکستہ کو
مرا دل کہہ رہا ہے، یہ ترا بیمار ہے کوئی

ترے آنے سے ہر بستی یہاں ویراں ہوتی ہے

رہیں پیچھے ترے جانے سے یاں دو چار ہی کوئی!
مرا ذوقِ سخن دانی رہا دب کے وگرنہ میں
اٹھا لاتا، تری تعریف میں اشعار ہی کوئی

❁

کبھی بھی ہم تمھارے سامنے گویا نہیں ہوتے
ہمیں تم سے محبت کس قدر ہے، کہہ نہیں سکتے
ترا نام آئے ہونٹوں پر تو گھبراتا ہے جی میرا
محبت کا ہے، وحشت کا اثر ہے، کہہ نہیں سکتے
یہ مانا بھی تری آنکھیں شرافت میں مثالی ہیں
مگر غمزہ ترا بھی بے ضرر ہے، کہہ نہیں سکتے
تری ہستی مرے ہوتے مزیّن ہو چلی لیکن
یہ ہستی میرے گلشن کا ثمر ہے، کہہ نہیں سکتے
اگرچہ میں ترا حامی ہوا تو میرا مونس پر
میں تیرا تو مرا دستِ نگر ہے، کہہ نہیں سکتے
غضب ڈھایا ہے دل والوں پہ تم نے یہ سنا ہم نے
مرے دل میں سلگتا اک شرر ہے، کہہ نہیں سکتے

کچھ ایسی ہو گئی پیدا ترے آنے سے طغیانی
یہ موجیں ہیں کہ ساحل یا بھنور ہے، کہہ نہیں سکتے
میں اپنی موت کے ٹلنے کی خواہش تو نہیں کرتا
مگر الفت کے مستقبل کا ڈر ہے، کہہ نہیں سکتے
وہ چھٹتے ہی جما جاتے ہیں رعب ایسا کہ اکثر ہم
''ہمیں بھی چھوڑ جانے کا ہنر ہے''، کہہ نہیں سکتے

❁

نہ ستیزہ گاہِ جہاں مری، نہ ہیں دم بخود یہ سماں مرے
نہ مکیں مرے نہ مکاں مرے نہ زمین اور زماں مرے
میں وہ شاخ ہوں جو بچھڑ گئی جو خزاں کے دم سے اجڑ گئی
نہ ادیب نے لکھی داستاں نہ رہے ہیں نام و نشاں مرے
میں ہوں خاکِ پا تری رہگذر، جو ہو کوچۂ جاناں سفر
تو اے راہ ٹھہر ایک پل، ترے آگے غم ہوں بیاں مرے
سوئے رب ترا کہیں کوچ ہو، تو یہ شیخ میرا پیام کہہ
تو مرا حریف نہ بن خدا، کہ بنے ہیں سارے جہاں مرے

❁

﴾ ﴿

دنیا کی الجھنوں نے، عقبیٰ کے رنج و غم نے

چھوڑا نہیں کہیں کا، اس فکرِ بیش و کم نے

پیتا میں کس کو بولوں، دکھڑا کسے سناؤں

ڈھونڈا کوئی جہاں میں ایسا نہ چشمِ نم نے

کچھ اپنی نیم کاری، کچھ لوگ کج نظر ہیں

وائے خدائے برتر، یہ کیا کیا الم نے!

نے اپنا کوئی یارب اس جگ میں ہم نے پایا

تو اپنا غم عطا کر، توڑا بہت ستم نے

نومید تھا جو سب سے، کوئی نہیں تھا مولا

پھر تو نے ہی سنبھالا، تیرے ہی در کے دم نے

اے آقا آج سن لے، تیرا ہی آسرا ہے

خود کو بنایا مجرم کر کے گناہ ہم نے

حامؔی بکھر چکا ہے دُوری سے تیری یارب

بیشک بُرا ہوں آقا، یاں لایا بس کرم نے

﴾ ﴿

﴿ ﴾

فنا دل سے سارے گماں ہو گئے ہیں
تری بزم کے ہم زباں ہو گئے ہیں
قدم تیرے چومے ہیں جن راستوں نے
وہ دیوانوں کے آشیاں ہو گئے ہیں
جو دل ہو گئے تیری یادوں سے غافل
اسیرانِ عشقِ بُتاں ہو گئے ہیں
جو کچھ اہل دل نے مرے غم کو سمجھا
وہ سارے مرے ترجماں ہو گئے ہیں
دکاں پر تری ہم بکے ہیں جو حامؔی
خدا کی قسم جاوداں ہو گئے ہیں

﴿ ﴾

ترے گلستاں سے گذر گئے
خوئے بلبلاں سے گذر گئے
بڑے خوش ہیں تیری حیاوں سے
چلو امتحاں سے گذر گئے

میں ہوں مدتوں سے خیال میں
کہ یہ دن کہاں سے گذر گئے
بڑی کاوشوں سے ملی وہ رہ
تو سنا ! یہاں سے گذر گئے
جو نجوم تیرے گماں میں ہیں
مرے آسماں سے گذر گئے
جو ترے چمن کے حریف ہیں
مرے آشیاں سے گذر گئے
مگر اک نگاہِ ادا سے وہ
دلِ عاشقاں سے گذر گئے
تری منزلیں ہیں جہاں تلک
مرے پا وہاں سے گذر گئے
کوئی حادثوں میں پھسل گیا
کوئی تازیاں سے گذر گئے
بخوشی چلو کہ خطر سبھی
مرے کارواں سے گذر گئے

میں ابھی پڑا ہوں مگر سبھی
درِ آستاں سے گذر گئے
ترے ساتھ تیرے خیال بھی
دلِ خونچکاں سے گذر گئے
یہ بڑی خوشی ہے کہ غم مرے
دلِ دوستاں سے گذر گیے
یہ عجب ہے ہم پسِ ایک ورق
تری داستاں سے گذر گئے
جو نہ لکھ سکے تو یہ جان لو
کہ تری زباں سے گذر گیے

مسلسل۔نعتیہ اشعار

جو ترے پسینے کی بو ملی
گلِ ارغواں سے گذر گئے
ترے خادموں کے غلام بھی
دمِ ارسلاں سے گذر گئے

ترے در پہ جن کا ٹھکانہ ہو
درِ بے کساں سے گذر گئے
تری بس رضا ہو اگر، خطا
سرِ عاصیاں سے گذر گئے
تری اک نگاہ سے بس، عمرؓ
انوشیرواں سے گذر گئے

❁

جگ سے میری آشنائی بھی گئی
دل کسی سے آشنا کرتے ہوئے
صبر ہم سے اب نہیں ہوگا کبھی
تھک گئے ہم اے خدا کرتے ہوئے
آئینہ ہنستے ہوئے کھسکا دیا
رُخ بروئے آئینہ کرتے ہوئے
نیند میری بھی گئی اس رات کو
انتظار اک خواب کا کرتے ہوئے

کہہ دئے سب راز ہم نے غیر کو
آشنائے آشنا کرتے ہوئے

اس قدر با ذوق ہیں وہ کیا کہیں
ہنس دئے عہدِ وفا کرتے ہوئے

لوٹ کا الزام ہم پہ لگ گیا
اپنے دل سے رابطہ کرتے ہوئے

سادگی بھی ہم فقیروں کی عجب!
پوج اٹھے بت کو خدا کرتے ہوئے

مسکرایا سر میں سودا دیکھ کر
وہ طبیبِ دل دوا کرتے ہوئے

اک سکوتِ شامِ صحرا اور میں
اک صدا پھر اک صدا کرتے ہوئے

ذکرِ الفت کی کتابوں میں کبھی
غم لکھے ہیں حاشیہ کرتے ہوئے

پی گیا دنیا کی ساری مے کو میں
ختمِ دنیا یہ وبا کرتے ہوئے

پھنس گیا صیّاد خود ہی جال میں
مرغِ گلشن کو رہا کرتے ہوئے
ایک لقمے کیلئے مفلس پر
مر گیا رہ میں بُکا کرتے ہوئے
کاش یہ اغیار کو بھی علم ہو
ہنس دئے ہم جاں فدا کرتے ہوئے
جاں کنی میں غم جہاں کا دل میں ہے
اک مربی ہے دعا کرتے ہوئے

مصیبت آ پڑی ہے سر کو دھنئے
محبت ہو گئی ہے سر کو دھنئے
محبت کو دوا سمجھا تھا ہم نے
حقیقت اب کھلی ہے سر کو دھنئے
نقاب اُس نے اٹھایا تو لگا یوں
کہیں بجلی گری ہے سر کو دھنئے

سرھانا اس کے بوسے لے رہا ہے
مقدر کا دھنی ہے سر کو دھنئے

چمکتے رخ پہ ابرِ غم جو چھائے
تو قدرت رو پڑی ہے سر کو دھنئے

مرے گھر میں غموں کی، الجھنوں کی
حسیں محفل سجی ہے سر کو دھنئے

پسِ فرقت مجھے یارو عجب ہے
نئی دنیا ملی ہے سر کو دھنئے

یہ حامؔی کے قلم سے اے بزرگو
غزل میں نے لکھی ہے سر کو دھنئے

(٭)

تری اس بے نیازی سے پریشاں دل نہ ہو جائے
تری اس راہ پر چلنا مجھے مشکل نہ ہو جائے

کبھی تو آ، کبھی تو مل، کبھی تو دے مجھے موقع
تری مجھ تک رسائی میں کوئی حائل نہ ہو جائے

کبھی اپنے خیالوں میں تجھے اکثر جو پایا تھا
ان ہی پیچیدہ راہوں میں میری منزل نہ ہو جائے

مری آزاد سوچوں سے یہ دنیا ناشناسا ہے
کہیں اپنے ارادوں سے یہ دل غافل نہ ہو جائے

اسی ڈر سے ترے نشتر چھپا رکھّے ہیں اس دل میں
کہیں محشر میں تو ثابت مرا قاتل نہ ہو جائے

ابھی تو ہے تجھے اپنے فلک پر جانے کا موقع
کہ جلدی کر تری رگ میں، عدو شامل نہ ہو جائے

تو جن کے در پہ آیا ہے یہاں سے پھر نہیں ہٹنا
وگرنہ غیر کے در کا، کبھی سائل نہ ہو جائے

نہ تو یوں دیکھ ان تابندہ تاروں کو ارے حامیؔ
تری قسمت سے ان کی بندیہ جھُلمل نہ ہو جائے

﴿﴾

ترا ذکر جب کوئی محفل میں آئے
سمٹ کر محبت مرے دل میں آئے

تو گوشہ نشیں ہے پہ ہر گوشے میں ہے
کبھی لا مکاں میں، کبھی دل میں آئے

ذرا پاؤں اپنے شکستہ تو کر لے
ذرا سا تو لطف اپنی منزل میں آئے

وہ طوفاں ہی کیا جو سمندر میں بھٹکے
ذرا زور کر تیرے ساحل میں آئے

وہ خنجر، وہ نشتر، وہ تیغِ ستم گر
ہے مرغوب جو دستِ قاتل میں آئے

میں جنگِ محبت میں کھویا ہوں سب کچھ
کسی میں ہو یارا مقابل میں آئے

خزانوں سے بڑھ کر مکرّم وہی ہے
جو مشتِ غذا دستِ سائل میں آئے

ستم بھی ہو بالائے غم تو حرج کیا
مجھے وہ پسند ہے جو مشکل میں آئے

جو ضربِ صفر دے تو انعامِ رب کو
تو پھر کیا ہے جو تیرے حاصل میں آئے

تو جن سے نکھرتا ہے اب بھی جہاں میں
خوشی ہے کہ ہم اُن عوامل میں آئے

☆

قطعات

قطعہ ۱

وہ خوابوں،خیالوں میں آیا ہے اکثر
مرے دل کی دنیا کو بھایا ہے اکثر
خدا اس کی بگڑی بنائے ہمیشہ
مجھے دیکھ کر مسکرایا ہے اکثر

قطعہ ۲

کبھی ساحل پہ آ کے تو نے موجوں کو نہیں دیکھا
کبھی دیوار کے اوپر سے فوجوں کو نہیں دیکھا
تجھے کیا فکر ہے دنیا کی، ڈوبے یا نکل آئے
کہ تو نے عالم پستی سے اوجوں کو نہیں دیکھا

قطعہ ۴

دہلی کی سیاست بھی عجب شان کی حامل
اک تخت پہ دو سخت دھڑے رہتے ہیں
حیراں نہ ہو تبدیلئ افکار پہ تم بھی
کچھ قاعدے تو قدرت کے کڑے رہتے ہیں

قطعہ ۵

گلوں کی مہک سے یہ پوچھا کسی نے
تمہیں کیوں دل وجان دیئے ہیں سبھی نے
وہ بولی کہ اے رب کے نادان بندے
کیا ذکرِ مولا ہے میری کلی نے!

قطعہ ۶

دگر گوں دل، جگر بے سوز نہ ہوتا
کوئی اندیشہ غم اندوز نہ ہوتا!

جدائی سہہ نہ پاتے ہم بھی فردا کو
اگر یہ حادثہ امروز نہ ہوتا

تماشا بن چکا ہوتا محبت کا
تماشا یوں مرا ہر روز نہ ہوتا

قطعہ ۷

دل کو ترے خیال نے مجبور کردیا
دنیا کو تیرے جلوے نے پرنور کردیا
اہل نظر نہ دیکھ سکے روئے یار کو
یاں تک حجاب موت نے مستور کردیا

قطعہ ۸

فرمایا شیخ سعدی کو یہ اپنے شیخ نے
دریا کا اک طرف تھا اور اک ساحلی طرف
اک سمت خوبیوں کو بھی اپنی نہ دیکھو تم!
دیکھو نہ عیب دوسروں کے بھی دوسری طرف

یہ قطعہ مندرجہ رباعی کا ترجمہ ہے:

مرا پیر دانائے مرشد شہاب
دو انداز فرمود بر روئے آب
یکے آنکہ بر خویش خود بین مباش
دگر آنکہ بر غیر بدبیں مباش
(سعدیؔ)

قطعہ ۹

ساقیا محفل میں تو ہے، تو ہے کاخ و کو خموش
تجھ کو ہی ظاہر کرے دنیا کا نقش و بو، خموش
تیرا کہنا کیا ہے حامیؔ، تیرے طرز گفت کا
مثل دریا تو رواں ہے، مثل ساگر تو خموش

قطعہ ۱۰

کہتے ہیں سبھی پھول تجھے فتنہ گر و بے باک
پھولوں سے ملاقات کو خاروں سے قبا چاک
سمجھے ہیں نہ سمجھیں گے یہ اسرار محبت!
یہ لوگ کہ خود کے تئیں سمجھا کریں چالاک

قطعہ ۱۱

مجھ کو اب تنہائیاں تو راس آتی ہیں مگر
انجمن سے اب مرا تو یونہی گھبراتا ہے دل
سوچتا ہوں غیر کو تو مجھ سے بھاگے جائے ہے
تجھ کو سوچوں تو مرے پھر پاس آ جاتا ہے دل
اب خوشی ملنے پہ میرا دل عجب سی رو چلے
پر دکھوں سے واسطے پر مسکرا جاتا ہے دل

قطعہ ۱۲

یہ دل جانِ جاں پر فدا کر کے میں نے
اصولِ محبت بیاں کر دیا ہے
انھیں یاد کر کے شکستہ پلوں میں
دلِ نیم جاں کو جواں کر دیا ہے

قطعہ ۱۳

عجیب سا طبیب تھا کہ جس نے یہ لکھا کہ اب
مریضِ عشق کے لئے تو دید ہے دوائے دل
یہ کائیناتِ خامشی بھی سٹپٹا کے جاگ اٹھی
چہار سمت گونج اٹھی تھی جب مری نوائے دل
عجب سی عشق میں الٹ پلٹ سی ہو رکھی ہے کیا کریں
یہ نین ہیں دھڑک رہے تو اشک ہے بہائے دل
یہ ہجر و وصل کی سدا کی کشمکش میں بھی
جو آنکھ گر چھلک پڑے مگر ہے مسکرائے دل

قطعہ ۱۴

مرے تخیّل سے ماورا ہیں عمیق باتیں دقیق راہیں
مگر ہمیشہ تجھے ہی سوچیں تجھے ہی دیکھیں مری نگاہیں
جہاں نے ہم پر ستم ہیں ڈھائے، تری ہی خاطر ہیں زخم کھائے
ہر اک ستم پر تجھے پکارا، رہیں نظر میں شفیق باہیں
ہر ایک رہزن مجھے پکارے میری طرف سے جواب پائے
''مری متاع جہاں یہی ہے مرے یہ نالے مری یہ آہیں''
ترے تفکّر سے جی رہا ہوں ترے خیالوں میں پی رہا ہوں
اگرچہ ہونٹوں کو سی رہا ہوں مگر نگاہیں تجھی کو چاہیں

کسی کی یاد میں

کبھی چشم تصور سے، ترا چہرہ جو تکتا ہوں
بڑی مشکل سے ضبط دل سے اک جانب لڑھکتا ہوں
ترے اندازِ گویائی پہ مرتا ہوں، میں جیتا ہوں
تری دہلیز کے آگے گذرتا ہوں، دھڑکتا ہوں

یہ عجب سی کیفیت ہے

مری زندگی کے لمحے، ہیں کچھ اس روش پہ رہرو
کبھی فکرِ صبح سر پر، کبھی یاد آئے ماضی
کبھی وہ جنوں، کہ خود کی، نہ خبر، نہ ہی تحیّر
کبھی اس قدر تدبر، کہ جہاں کی خرقہ سازی

تمت بالخیر

Nala Ha E Bulbul
Er. Tasneem U Rehman Hami